حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ الانبیاء ۹۶

فتنۂ یاجوج و ماجوج

قرآن و حدیث کی روشنی میں

یاجوج و ماجوج سے متعلّق قرآن و حدیث کی مفصّل تحقیق، تفصیلی واقعات
قربِ قیامت کی علامت، سدِ یاجوج و ماجوج اور اس کے بانی کی تحقیق، متعلّقہ
احادیث و مضامین کا ایک دلچسپ مجموعہ، اپنے موضوع پر اردو میں سب سے پہلی کتاب

مؤلّف
مولانا محمد ظفر اقبال

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

فتنہ

یاجوج وماجوج

قرآن وحدیث کی روشنی میں

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ (الانبیاء ۹۶)

فتنہ یاجوج وماجوج

قرآن وحدیث کی روشنی میں

یاجوج وماجوج سے متعلق قرآن وحدیث کی مفصل تحقیق، تفصیلی واقعات
قربِ قیامت کی علامت، سدِ یاجوج وماجوج اور اس کے بانی کی تحقیق، متعلقہ
احادیث ومضامین کا ایک دلچسپ مجموعہ، اپنے موضوع پر اردو میں سب سے پہلی کتاب

مؤلف
مولانا محمد ظفر اقبال
فاضل ومدرس جامعہ اشرفیہ، لاہور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۴۸۳

کتاب	فتنہ یاجوج ماجوج قرآن وحدیث کی روشنی میں
مولف	مولانا محمد مظفر اقبال
باہتمام	مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر	بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
	فون: 042-7352483

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی

بک سنٹر = 32 حیدر روڈ راولپنڈی

فہرست

کرب تخلیق

ہر قسم کی حمد وثناء اس ذات بے ہمتا کا خاصہ ہے جس نے مجھ حقیر سمیت کائنات کے ذرے ذرے کو عدم سے وجود بخشا

اور

صلوۃ وسلام اس ذات والا صفات کا تحفہ ہے جس کی امت میں مجھ سے گنہگار بھی امیدوار شفاعت ہیں۔

اس حقیقت سے دنیا میں بسنے والے کسی عقلمند اور صاحب فطرت سلیمہ کو شاید انکار نہ ہو کہ انسان دنیا سے جب ایک مرتبہ چلا جاتا ہے تو دوبارہ قیامت تک اس کی واپسی کا تصور بھی نہیں کرنا چاہئے حتی کہ شہداء کرام ''جن کا مقام ومرتبہ بارگاہ الٰہی میں بہت اونچا اور عظیم الشان ہے'' کو بھی ان کی چاہت، تمنا اور آرزو کے باوصف دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جاتا، یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے مختلف اسالیب وعناوین کے ذریعے توجہ دلائی ہے اور اپنے پیروکاروں کو یہ بات باور کرائی ہے کہ اصل دارالعمل دنیا ہی ہے، دارالجزاء کو دارالعمل کبھی نہیں بنایا جائے گا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اگر دنیا میں دوبارہ آنا ممکن ہوتا تو اب تک بہت سے محیر العقول واقعات کی ایک فہرست تیار ہو چکی ہوتی بلکہ دنیا کی ہر اہم لائبریری کا حصہ بن چکی ہوتی پھر اس پر مستزاد یہ خیال بھی ہوتا کہ ابھی سے محنت کی کیا ضرورت ہے؟ جوانی کے نشے اور مزے ترک کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ دوبارہ پلٹ کر جب واپس آئیں گے تو اگلے جہاں کے لئے بھی کچھ کر لیں گے، ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی صورت حال ہوتی جس سے دنیا کے کسی نہ کسی طبقے کو تو بہر حال فائدہ ہونا ہی تھا، مالداروں کا ان کے مال ودولت کی وجہ سے یا غرباء وفقراء کا عبادات وطاعات کے ذریعے، لیکن مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دورِ فتن ''جس کی سچی اور سچی خبر ہم سب کے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ بہت پہلے دے چکے'' گو کہ رسالت کا آخری آفتاب طلوع ہوتے ہی شروع ہو گیا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی مختلف اقساط امت مرحومہ کے سامنے آتی رہیں، جس کا سلسلہ تا حال نہیں رکا بلکہ اس میں یوماً فیوماً اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور صورت حال ایسی ہو گئی ہے کہ بارش کے قطرات کی طرح فتنوں کی موسلا دھار بارش نے ہر چہار اطراف سے پورے عالم کو بالعموم اور عالم اسلام کو بالخصوص گھیر لیا ہے جس کا اختتام بظاہر ظہور مہدی رضی اللہ عنہ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ظہور مہدی رضی اللہ عنہ اسلام کے ان عقائد میں سے ہے جس سے امت مسلمہ کو امید کی ایک کرن اندھیروں کے بیچوں بیچ دکھائی دیتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ امت مسلمہ انہیں نبی اور معصوم تسلیم کرنے کے لئے کبھی اپنے آپ کو تیار نہیں کر سکی، تاہم ظہور برکات، نزول رحمات، اور اشاعت عدل و انصاف کے لئے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دے گا اور امت مرحومہ ایک مرتبہ پھر زمین و آسمان کی برکات کا مشاہدہ کر سکے گی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

انسانیت کا ایک عظیم ترین فتنہ ''جسے قتل کرنے کے لئے خصوصی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے زمین پر بھیجا جائے گا'' دجال ہے جو چالیس دن کے مختصر سے عرصے میں پوری دنیا میں اودھم مچا کر رکھ دے گا، انسانیت اور شرافت اپنا سر پیٹ لے گی، ایمان کی کشتی ڈانواں ڈول ہو جائے گی، اہل ایمان بے کسی کا شکار ہوں گے، ایمان کے راہزن سستے داموں ایمان کا سودا کرنے لگیں گے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے کیفر کردار تک نہ پہنچا دیں گے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ایک ہمہ گیر فتنہ ''جس سے مقابلہ کرنا انسانی طاقت سے باہر اور امکان سے خارج

ہے"یاجوج ماجوج کی صورت میں قیامت کے قریب رونما ہوگا، پوری کائنات پر سراسیمگی طاری ہو جائے گی، خدا کی زمین پر خدا کا نام لینا جرم ہوگا، خاکم بدہن خدا کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا ناپاک خیال دل میں ابھرے گا، آسمان پر تیر وتفنگ کی بارش برسائی جائے گی، دریاؤں کا پانی پی کر ختم کر دیا جائے گا، زمین کی ہر چیز پاؤں تلے روند ڈالی جائے گی، یوں کہیے کہ ایک حشر کا عالم بپا ہوگا کہ قدرت خدا ہی ان خانہ بدوشوں سے زمین کو پاک صاف کر دے گی اور ان کے ناپاک وجود سے زمین صاف کر دی جائے گی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ضرورت محسوس کی جارہی تھی اور احباب کی طرف سے اصرار وتقاضا بھی تھا کہ یاجوج ماجوج کا تعارف قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا جائے، گو کہ تکمیل کتاب میں صرف پندرہ دن ہی صرف ہوئے لیکن اپنی نااہلی کا احساس اور عدیم الفرصتی کا روگ بہت عرصہ تک ارادہ اور تکمیل ارادہ میں حائل رہا، اختصار کے ساتھ کچھ تعارف پیش کر دیا گیا ہے، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی اس فتنے سے خصوصاً اور دوسرے تمام فتنوں سے عموماً حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

محمد ظفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسِ منظر

اوراق تاریخ پلٹتے ہوئے مسافر قلم کا ایک ایسے مقام پر پہنچ کر قدم اور قلم رک گیا جس سے زیادہ ہیبت ناک، دل دوز اور خوفناک منظر کا تصور اسے کبھی نہیں آیا، وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہوسکتا ہے دامن تاریخ میں اس سے بھی زیادہ لرزہ خیز مظالم کی داستان محفوظ ہو، لیکن نہیں! اسلام اور مسلمانوں پر بادی النظر میں جتنا کڑا وقت اس موقع پر آیا بعد کے ایام اور زمانے اس کی مثال سے بھی خالی ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مسافر قلم کے سامنے صفحات کھل رہے تھے ایک منظر آرہا تھا اور دوسرا جارہا تھا، وہ دیکھ رہا تھا کہ ایک وحشی قوم ہے جو بوڑھوں کی بزرگی سے متاثر ہوتی ہے اور نہ ہی بچوں کی معصومی انہیں ترس کھانے پر مجبور کرتی ہے، مردوں کو قتل کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے اور امید والی عورتوں کے پیٹ چاک کر کے آنے والی نئی جان اور اس کی ماں دونوں کو آب حیات سے محروم کرنا ان کا مذہبی فریضہ ہے، مشائخ اور علماء ان کے نزدیک سب سے بڑے مجرم ہیں، مساجد و مدارس اور مکاتب ان کے نزدیک گمراہی کے اڈے ہیں، انہوں نے اپنی ''بے عزتی'' کا بدلہ لینے کے لئے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور اتنا قتل عام کیا کہ خود بھی تھک گئے، بازاروں اور راستوں کو انسانی لاشوں سے اس طرح پاٹ دیا کہ پورے پورے ٹیلے قائم ہو گئے، صرف بغداد میں اٹھارہ لاکھ مقتول شمار کئے گئے، علانیہ شراب کے جام لنڈھائے گئے، خنزیر کے گوشت سے ضیافت عام کے مزے لوٹے گئے، مساجد کو پانی کی بجائے شراب سے بھر دیا گیا، اذان اور نماز پر سرکاری طور پر پابندی لگادی گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تاریخ کا بے رحم قلم اسے ''فتنہ تاتار'' کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن مصنف اسے صرف ''فتنۂ تاتار'' کا نام دینے پر شاید راضی نہ ہو سکے اور اسے اس بات پر اصرار ہو کہ اسے

''فتنۂ کفار'' قرار دیا جائے کہ اسوقت (ساتویں صدی ہجری میں) پورا کفر ان حملہ آوروں کا پشت پناہ اور حوصلہ بڑھا رہا تھا اور اعداءِ اسلام کا یہ گروہ جو بعد میں ''پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' کا مصداق بنا، اسلام کا نام ونشان تک صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا تھا اور اس کے آگے بند باندھنے والا کوئی نہ تھا، ہر ایک کسمپرسی کا شکار تھا اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے علاوہ یا اسلام پر آنے والے ان کڑے حالات پر رونے کے سوا کوئی کچھ نہ کرسکتا تھا، بے بسی اور بے کسی مسلمانوں کے چہروں سے ہویدا تھی کہ اچانک رحمت خداوندی کو جوش آیا، باران رحمت برسی اور یہی تاتاری اسلام کے محافظ بن کر دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوئے۔

تاتاری حملہ کے اسباب ووجوہات پر گفتگو کرتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''عالم اسباب میں اس کا قریبی محرک یہ واقعہ ہوا کہ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کو پیام بھیجا کہ میں بھی ایک وسیع سلطنت کا فرمانروا ہوں، اور آپ بھی ایک وسیع سلطنت کے تاج دار ہیں بہتر ہے کہ ہم دونوں تجارتی تعلقات قائم کریں، ہمارے تاجر بے خوف وخطر آپکے قلمرو میں جائیں اور یہاں کی مخصوص پیداوار اور مال وہاں فروخت کریں اور آپ کے تاجر اطمینان کے ساتھ ہمارے ملک میں آئیں اور وہاں کا مال فروخت کریں، خوارزم شاہ نے اس کو منظور کرلیا اور تجارتی تعلقات قائم ہوگئے اور تجارتی قافلے بے تکلف دونوں ملکوں میں آنے جانے لگے، اس کے بعد کیا پیش آیا جس سے عالم اسلام اچانک خون کے سمندر میں ڈوب گیا اس کی تفصیل مغربی مورخ کی زبان سے سنیے جس کی اسلامی مورخین کے بیان سے حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔

ہیرلڈ لیمب اپنی کتاب ''چنگیز خاں'' میں لکھتا ہے۔

''لیکن تجارت کے تعلقات جو چنگیز خاں نے قائم کئے تھے، وہ اتفاق سے یک لخت ختم ہوگئے اور یہ اس طرح پیش آیا کہ قراقورم سے تاجروں کا ایک قافلہ مغرب کو آرہا تھا کہ راستہ میں اترار کے حاکم نے جس کا نام انیل جق تھا، قافلہ کے سب آدمیوں کو گرفتار کرلیا اور

اس کی اطلاع اپنے آقا یعنی خوارزم شاہ کو اس طرح کی گویا اس قافلہ میں جاسوس بھی موجود ہیں، انیل جق کا یہ خیال بالکل قرین عقل تھا۔

حاکم اترار کے پاس سے اطلاع کے آتے ہی سلطان محمد خوارزم شاہ نے بے سوچے سمجھے حکم دے دیا کہ قافلہ کے کل تاجروں کو ہلاک کر دیا جائے، چنانچہ اس حکم کے مطابق قراقورم سے آئے ہوئے کل تاجر قتل کر دیئے گئے، اس کی اطلاع جس وقت چنگیز خاں کو ہوئی تو اس نے فوراً اپنے سفیر بھیج کر خوارزم شاہ سے اس کی شکایت کی، سلطان محمد نے سفیروں کے سردار کو بھی قتل کر دیا اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان کی داڑھیاں جلوادیں، اس سفارت میں سے جن لوگوں کی جان بچ گئی تھی وہ چنگیز خان کے پاس واپس آئے اور کل حال عرض کیا، دشت گوبی کا خان حال سنتے ہی ایک پہاڑی پر چڑھ گیا کہ تنہائی میں اس واقعہ پر غور کرے، مغلوں کے ایلچی کو مار ڈالنا ایسا فعل تھا جسے بغیر سزا کے چھوڑنا ممکن نہ تھا، یہ حرکت ایسی تھی جس کا بدلہ لینا مغلوں کی گذشتہ روایات کے لحاظ سے ضروری تھا۔

چنگیز خان نے کہا جس طرح آسمان پر دو آفتاب نہیں رہ سکتے، اسی طرح زمین پر دو خاقان نہیں رہ سکتے''

اسلام کے مشرقی ممالک تاتاریوں کی زد میں:

تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کو ایک تودہ خاک بنادیا شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا، پھر سمرقند کو خاک سیاہ کر دیا اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں رے، ہمدان، زنجان، قزوین، مرو، نیشاپور، خوارزم کا ہوا، خوارزم شاہ جو عالم اسلامی کا واحد فرمانروا اور سب سے طاقتور سلطان تھا تاتاریوں کے خوف سے بھاگا پھرتا تھا اور تاتاری اس کے تعاقب میں تھے یہاں تک کہ ایک نامعلوم جزیرہ میں اس نے قضا کی۔

خوارزم شاہ نے ایران وترکستان کی اسلامی ریاستوں اور خودمختار حکومتوں کو اپنی شاہی میں ضم کرلیا تھا، اس لئے جب انہوں نے تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست کھائی تو پھران کا مقابلہ کرنے والا مشرق میں کوئی نہ تھا، تاتاریوں کی ہیبت اور مسلمانوں کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک تاتاری ایک گلی میں گھسا ہے، جہاں سو مسلمان موجود تھے کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے ایک ایک کرکے سب کو قتل کردیا، اور کسی نے ہاتھ تک نہ اٹھایا، ایک گھر میں ایک تاتاری عورت مرد کے بھیس میں گھس گئی اور تنہا سارے گھر والوں کو قتل کردیا، پھر ایک قیدی کو جو اس کے ساتھ تھا، احساس ہوا کہ یہ عورت ہے تو اس نے اس کو قتل کیا، بعض اوقات تاتاری نے کسی مسلمان کو گرفتار کیا اور اس سے کہا کہ اس پتھر پر سر رکھ دے، میں خنجر لاکر تجھے ذبح کروں گا، مسلمان سہا پڑا رہا اور بھاگنے کی ہمت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ شہر سے خنجر لایا اور اس کو ذبح کیا۔

تاتاری یورش عالم اسلام کے لئے ایک بلائے عظیم تھی، جس سے دنیاءِ اسلام کی چولیں ہل گئیں، مسلمان مبہوت و ششدر تھے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہراس اور یاس کا عالم طاری تھا، تاتاریوں کو ایک بلائے بے درماں سمجھا جاتا تھا ان کا مقابلہ ناممکن اور ان کی شکست ناقابل قیاس سمجھی جاتی تھی یہاں تک کہ ضرب المثل کے طور پر یہ فقرہ مشہور تھا کہ ''اِذَاقِیلَ لَکَ اِنَّ التَّتَرَ انْھَزَمُوْا فَلَا تُصَدِّقْ'' یعنی ''اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں کو کہیں شکست ہوئی ہے تو یقین نہ کرنا'' جن ملکوں یا شہروں کی طرف ان کا رخ ہوجاتا سمجھ لیا جاتا تھا کہ ان کی شامت آگئی، جان ومال، عزت وآبرو، مساجد و مدارس کسی کی خیر نہیں تھی، تاتاریوں کا رخ کرنا بربادی، قتل عام، ذلت و بے آبروئی کا مرادف تھا، ایک مرتبہ تقریباً سارا عالم اسلام (خصوصاً اس کا مشرقی حصہ) اس فتنہ جہاں سوز کی لپٹ میں آگیا، مورخ ہر طرح کے واقعات پڑھتا اور لکھتا ہے، اس کے سامنے قوموں کی بربادی اور ملکوں کی تباہی کے اتنے مناظر گذرتے ہیں کہ اس کی طبیعت بے حس اور اس کا قلم بیدرد ہوجاتا ہے لیکن اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ابن اثیر جیسا مورخ (جس نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ دنیا کی تاریخ لکھی ہے) اپنی قلبی کیفیت اور تاثر کو چھپا نہیں سکا، وہ لکھتا ہے:

''یہ حادثہ اتنا ہولناک اور ناگوار ہے کہ میں کئی برس تک اس پس وپیش میں رہا کہ اس کا ذکر کروں یا نہ کروں، اب بھی بڑے تردد تکلف کے ساتھ اس کا ذکر کر رہا ہوں، واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی خبر موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی ذلت ورسوائی کی داستان سنائے؟ کاش میں نہ پیدا ہوا ہوتا، کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا لیکن مجھے بعض دوستوں نے اس واقعہ کے لکھنے پر آمادہ کیا، پھر بھی مجھے تردد تھا لیکن میں نے دیکھا کہ نہ لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں، یہ وہ حادثہ عظمٰی اور مصیبت کبریٰ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اس واقعہ کا تعلق تمام انسانوں سے ہے لیکن خاص طور پر مسلمانوں سے ہے اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط دعویٰ نہ ہوگا، اس لئے کہ تاریخوں میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا اور شاید دنیا قیامت تک (یاجوج ماجوج کے سوا) کبھی ایسا واقعہ نہ دیکھے ان وحشیوں نے کسی پر رحم نہیں کھایا انہوں نے عورتوں، مردوں، اور بچوں کو قتل کیا عورتوں کے پیٹ چاک کر دیئے اور پیٹ کے بچوں کو مار ڈالا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' یہ حادثہ عالمگیر و عالم آشوب تھا یہ ایک طوفان کی طرح اٹھا اور دیکھتے دیکھتے سارے عالم میں پھیل گیا''۔

''مرصاد العباد'' کا مصنف جو اس تاتاری حملہ کا شاہد عینی ہے اور جس کا مولد رے اور مسکن ہمدان اس تاتاری غارت گری کے نذر ہو چکے تھے، لکھتا ہے:

''تاریخ شہور سنہ سبع وعشر وستمائۃ لشکر مخذول کفار تاتار ''خذ لھم اللہ و دَمَّرَھُمْ'' استیلا یافت بر آں دیار و آں فتنہ و

فساد وقتل وہدم وحرق کہ ازاں ملاعین ظاہر گشت در ہیچ عصر درزمان کفر واسلام کس نشان نہ دادہ است، ودرہیچ تاریخ نیامدہ وقبل ازیں پیشتر چگونہ بود کہ از یک شہرے کہ مولد ومنشائے ایں ضعیف است قیاس کردہ اندکما بیش ہفت صد ہزار آدمی بقتل آمدہ است واسیر گشتہ از شہر وولایت وفتنہ وفساد آں ملاعین مخاذیل برحملگی اسلام واسلامیاں ازاں زیارت است کہ در حیز عبارت گنجد وایں واقعہ ازآں شائع تراست در جہاں کہ بشرح حاجت فتد واگر عیاذ أباللہ غیرت وحمیت اسلام درنہاد ملوک وسلاطین نجنبد کہ عہدہ رعایت مسلمانی ومسلماناں درذمہ ایشاں است کہ ''الامیر راعٍ علٰی رعیتہ وَھُوَ مَسْئُولٌ عنھم'' وارتحیت ورجولیت دین وامن ایشاں نگیرد تاباتفاق جمعیتے کنند وکمر انقیاد فرمان ''اِنفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالاً وَّجَاھِدُوا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ'' برمیاں جان بندند ونفس ومال وملک دردفع ایں فتنہ فدا کنند بوے آں ست آید کہ بیک بارگی مسلمانی برانداختہ شود واکثر بلاد اسلام برافتاد ایں بقیت رانیز برانداز ند وجہاں کفر گیرد و نَعُوْذُ بِاللّٰهِ خوف وخطرآں ست کہ مسلمانی آں قدر اسمے کہ ماندہ بود شومی معاملہ ماد عیان بےمعنی چنان برخیزد کہ نہ اسم ماند نہ رسم''

تنہا عالم اسلام نہیں اس وقت کی پوری متمدن دنیا تا تاریوں کے حملہ سے لرزہ براندام تھی، جہاں ان کے پہنچنے کے بہت کم امکانات تھے وہاں بھی دہشت پھیلی ہوئی تھی، گبن اپنی مشہور کتاب ''تاریخ انحطاط وسقوط رومہ'' میں لکھتا ہے۔

''سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تا تاری طوفان کی خبرسنی، ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے''

کیمبرج کی ''تاریخ عہد وسطیٰ'' کے مصنفوں نے مغلوں کے اس شدید تصادم کو جس کا

محرک چنگیز خاں ہو، بڑی خوبی کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ مغلوں کو روک سکیں، دشت و صحرا کے تمام خطروں پر وہ غالب آئے، پہاڑ، سمندر، موسمی سختیاں، قحط، وبائیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہوسکا، کسی قسم کے خطروں کا انہیں خوف نہ تھا، کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکتا تھا اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی، یہاں میدان تاریخ میں ایک نئی طاقت سے ہم کو واسطہ پڑتا ہے یہ طاقت اور زور ایسا تھا جس نے بہت سے ملکی اور سیاسی قضیوں کا چشم زدن میں فیصلہ کردیا اور انہیں اس طرح مٹادیا جیسے آسمان زمین پر گر کر سب چیزوں کو مٹادے، یہ ملکی اور سیاسی قضیے بھی ایسے تھے کہ اگر آفت نازل نہ ہوتی تو آگے چل کر یا تو کسی کے حل کئے وہ حل نہ ہوتے اور اگر جاری رہتے تو کبھی ختم ہونا نہ جانتے، تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے چنگیز خاں سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبیلائی خاں پر ختم ہوگیا جس کے زمانہ میں مغلوں کو سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم وتفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کردیئے، ایسی طاقت پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہیں ہوئی''۔

بغداد کی تباہی:

بالآخر یہ وحشی عالم اسلام کو زیر و زبر کرتے، خون کے دریا بہاتے اور آگ لگاتے ۶۵۶ھ میں چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی سرکردگی میں دنیائے اسلام کے دارالخلافت اور اس عصر کے سب سے بڑے علمی مرکز اور متمدن شہر بغداد میں داخل ہوئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، بغداد کی تباہی اور مسلمانوں کے قتل عام کی تفصیل طویل اور بہت دردناک ہے کچھ اندازہ ان مورخین کے بیانات سے ہوگا جنہوں نے اس حادثہ کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کی تفصیلات دیکھنے والوں سے سنیں، مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''بغداد میں چالیس دن تک قتل وغارت کا بازار گرم رہا، چالیس دن کے بعد یہ گلزار شہر جو دنیا کا پر رونق ترین شہر تھا ایسا ویران وتاراج ہوگیا کہ تھوڑے سے آدمی دکھائی دیتے تھے، بازاروں اور راستوں پر لاشوں کے ڈھیر اس طرح لگے تھے کہ ٹیلے نظر آتے تھے، ان لاشوں پر بارش ہوئی تو صورتیں بگڑ گئیں اور سارے شہر میں بدبو پھیلی جس سے شہر کی ہوا خراب ہوگئی اور سخت وبا پھیلی جس کا اثر شام تک پہنچا، اس ہوا اور وبا سے بکثرت مخلوق مری، گرانی، وبا اور فنا، تینوں کا دور دورہ تھا''

شیخ تاج الدین السبکی لکھتے ہیں:

''ہلاکو خاں نے خلیفہ بغداد (مستعصم) کو ایک خیمہ میں اتارا اور وزیر ابن العلقمی نے علماء واعیان شہر کو دعوت دی کہ خلیفہ اور ہلاکو کے صلحنامہ پر گواہ بنیں، وہ آئے تو ان سب کی گردن اڑا دی گئی، اسی طرح ایک ایک گروہ یکے بعد دیگرے بلایا جاتا اور اس کی گردن اڑا دی جاتی، پھر خلیفہ کے معتمدین ومقربین کو بلایا گیا اور ان کو بھی قتل کر دیا گیا خلیفہ کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ اگر اس کا خون زمین پر گرا تو کوئی بڑی آفت آئے گی، ہلاکو کو تردد تھا، نصیر الدین طوسی نے کہا کہ یہ کچھ مشکل بات نہیں خلیفہ کا خون نہ بہایا جائے بلکہ دوسری طرح اس کی جان لی جائے چنانچہ اس کو فرش میں لپیٹ دیا گیا اور ٹھوکروں اور لاتوں سے اس کو ختم کر دیا گیا''۔

بغداد میں ایک مہینہ سے زیادہ قتل عام جاری رہا اور صرف وہی بچ سکا جو چھپا رہا، کہا جاتا ہے کہ ہلاکو نے مقتولین کو شمار کرایا تو ۱۸ لاکھ مقتول شمار ہوئے۔

عیسائیوں کو حکم دیا گیا کہ علانیہ شراب پئیں اور سور کا گوشت کھائیں، اگرچہ رمضان کا زمانہ تھا مگر مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ شرکت کریں، مسجدوں کے اندر شراب انڈیلی گئی اور اذان کی ممانعت کر دی گئی یہ وہ بغداد ہے جو (جب سے آباد ہوا) کبھی دار الکفر نہیں ہوا تھا،

وہاں وہ واقعہ پیش آیا جو کبھی تاریخ میں پیش نہیں آیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ا ص ۳۱۲ تا ۳۱۹)

مورخین نے بجا طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ''یاجوج ماجوج کے علاوہ'' اس سے بڑے فتنے کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی اس کی تلاش میں اپنے اوقات کا خون کرنا چاہئے، البتہ یہ بات قابل ستائش ہوگی کہ آنے والے فتنے کے بارے مستند معلومات حاصل کی جائیں، اس سے بچنے کی دعا اور اہتمام کیا جائے اور اپنی اولاد و متعلقین کو اس فتنے کی ہمہ گیری سے ڈراتے ہوئے آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ کیا جائے۔

یاجوج ماجوج، ایک تعارف

تاریخ انسانیت میں ''ابوالبشر'' کا لقب صرف دو ہستیوں کو مل سکا اور ان میں بھی بہرحال اول و ثانی کی تفریق برقرار رکھی گئی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو ''ابوالبشر اول'' اور حضرت نوح علیہ السلام کو ''ابوالبشر ثانی'' کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کی ہمہ گیری کے بعد ''سفینہ نجات'' پر سوار ہو کر حفاظت خداوندی میں آنے کا سب سے بڑا ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹوں میں سے ''کنعان'' تو اسی طوفان کا شکار ہو کر غضب خداوندی سے ہلاک ہوا اور ثابت کر گیا کہ نجات کا دارومدار حسب نسب پر نہیں ایمان واعمال صالحہ پر ہے، جبکہ باقی تین بیٹے نجات یافتہ ہو کر تین مختلف نسلوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنے۔

(۱) سام کو ''ابوالعرب'' کا خطاب ملا۔

(۲) حام ''ابوالسودان'' کے نام سے متعارف ہوئے۔

(۳) یافث ''الوالترک'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

مورخ الذکر ''یافث'' ہی کی اولاد میں سے ''یاجوج ماجوج'' کا ہونا بھی بعض علماء کا موقف ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے اور اتنی بات تو بہرحال طے ہے کہ ''یاجوج ماجوج'' کسی طاقت یا ماوراء عقل وطبیعیات ہستی کا نام نہیں بلکہ یہ بھی انسانوں کے دو گروہ ہیں جن کا نسبی تعلق حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے ''یافث'' سے جڑتا ہے۔

اس سلسلے میں کتاب مقدس تورات سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''نوح کے بیٹوں سم حام اور یافت کی اولاد یہ ہیں، طوفان کے بعد ان کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے، بنی یافت یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس''

(کتاب مقدس ص ۱۱ ج ا پیدائش: باب نمبر ۱۰، آیت نمبر ۱، ۲)

کتاب پیدائش کی اس عبارت میں صرف لفظ ''ماجوج'' کا ذکر ملتا ہے لیکن ''یاجوج'' کا ذکر یہاں نہیں ملتا، اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ کتب سابقہ اس کے ذکر سے ہی خالی ہیں بلکہ ''جوج'' کے لفظ سے اس کا تذکرہ بھی کتب سابقہ میں ملتا ہے جیسا کہ عنقریب اپنے مقام پر آئے گا۔

نیز کتاب پیدائش کی اس عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے اور یافث کے بیٹے تھے کیونکہ آگے ان کی اولاد در اولاد تک کا تذکرہ کتاب پیدائش میں خاصا تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور یہ کوئی غیر معروف بات نہیں کہ بانی قبیلہ کے نام پر قبیلہ کو منسوب کیا جائے چنانچہ اس کی واضح ترین مثال ''عاد وسبا'' ہے کہ ''عاد'' بھی ایک شخص کا نام تھا جس کی طرف پوری قوم اور قبیلے کو منسوب کر دیا گیا اسی طرح ''سبا'' بھی ایک شخص کا نام تھا، بعد میں اس کی طرف پوری قوم کی نسبت کر دی گئی اسی طرح یاجوج ماجوج بھی شخصی نام تھے جن کی طرف ان کی پوری قوم اور قبیلے کو منسوب کر دیا گیا اور ان کی قوم کو انہیں کے نام سے پکارا جانے لگا۔

لفظ یاجوج ماجوج کی حقیقت:

گذشتہ تحریر اس بات کی غماز ہے کہ یاجوج ماجوج دو قبیلوں کا نام ہے جو اپنے بانی کی طرف منسوب ہیں، اب اس بات پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں لفظوں کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ اتنے قدیم نام اپنی اصل سے بگڑتے بگڑتے ہی اس حال پر پہنچے ہوں گے جیسا کہ ہم دوسرے بہت سے الفاظ دیکھتے ہیں جو ابتداء میں ان حروف سے مرکب تھے جنہیں نیرنگئ زمانہ سے برقرار نہ رکھا جاسکا چنانچہ اس سلسلے میں ہمارے سامنے مختلف الفاظ آتے ہیں جن کی بگڑی ہوئی صورت یاجوج ماجوج ہے۔

۱۔ موگ اور یوچی ۲۔ گاگ اور میگاگ
۳۔ منگولیا اور منجوریا ۴۔ کاس اور میکاس
۵۔ جین اور ماجین ۶۔ آقوق اور ماقوق
۷۔ گوگ اور ماگوگ ۸۔ غوغ اور ماغوغ

۹۔ کوک اور وکوک

یاد رہنا چاہئے کہ ان میں سے اول الذکر چینی زبان میں استعمال ہونے کا نتیجہ ہے، ثانی الذکر یورپی زبانوں کی تعبیر ہے اور موخر الذکر ہندی زبان کی تعبیر ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہندی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

یاجوج ماجوج کا مصداق:

مختلف تاریخی ادوار اور زمانے کی دستبرد کا شکار ہوتے ہوئے اس حال میں پہنچنے والے ان دونوں لفظوں کی اصل حقیقت تو سامنے آ گئی، اب ہمیں اس نکتے پر غور کرنا ہے کہ یاجوج ماجوج کا مصداق کون سی قوم ہے؟ اور کس پر اس لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ نیز یہ کہ کیا یہ قوم گذر چکی ہے یا ابھی اس نے آنا ہے؟

سو پہلے سوال کے جواب میں ہمارے سامنے حسب ذیل تفصیل آتی ہے۔

۱۔ اس قوم کو متعین کرنا یا اس لفظ کا مصداق متعین کرنا ایک ایسی بحث ہے جس کا سرا ملنا بہت مشکل ہے، کیونکہ جب ان کی جائے سکونت اور رہائش کا مقام ہی پردہ خفا میں ہے اور اس سلسلے میں مختلف آراء سامنے موجود ہیں تو پھر جزم اور یقین کے ساتھ کسی ایک پر ''یاجوج ماجوج'' کا لقب چسپاں کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔

۲۔ ماضی قریب کے بعض علماء نے اس کا مصداق منگولیا کے صحرانورد وحشی قبائل کو قرار دیا ہے اور ان کے سلسلے کو مزید وسیع کرتے ہوئے تاتاریوں کو بھی ان میں ہی شامل کیا ہے اور تاتاری یورش کو اسی کا ایک شاخسانہ قرار دیا ہے ایسے علماء میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بہت نمایاں ہے، اسی طرح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحبؒ بھی اسی رائے کے حامی و موید دکھائی دیتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ تاریخ اقوام کے حوالے سے اس مسئلہ میں ان دونوں حضرات کا تجزیہ اتنا ملتا جلتا ہے کہ ایک لمحے کے لیے تو انسان چکرا کر رہ جاتا ہے کہ دو الگ الگ خصوصیات کی حامل شخصیات کی عبارتوں میں یہ کمال مطابقت؟ لیکن غور وفکر کے بعد مولف یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ ان دونوں حضرات کی تقریر دراصل

ماخوذ ہے حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب کی تقریر سے اور شاہ صاحبؒ کے اشادات بھی یہی رخ اختیار کر رہے ہیں جو ان دونوں حضرات نے بہت وضاحت سے اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیئے۔

اس موقع پر ناانصافی ہوگی اگر تاریخ اقوام کا ایک مختصر سا تجزیہ انہی دونوں حضرات کی تقریر سے اپنے الفاظ میں نقل نہ کیا جائے تا کہ ان حضرات کا ذہنی رجحان واضح ہو جائے لیکن اس سے پہلے چند ابتدائی امور ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

ا۔ دنیا میں اس وقت جتنی بھی متمدن اقوام ہیں وہ شروع سے متمدن اور مہذب نہیں ہیں بلکہ ان پر ایک ایسا دور بھی گذرا ہے جس میں کوئی ان کے نام سے بھی آشنا نہ تھا مثلاً موجودہ یورپ اور امریکہ، اسی طرح موجودہ پاکستان کہ آج سے صرف ساٹھ سال پہلے روئے زمین پر ''پاکستان'' کے نام سے کوئی خطہ شناسا نہ تھا اور اب وہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہونے پر بضد ہے اور ہم بھی اس کی ترقی کے لئے کوشاں ودعا گو ہیں۔

۲۔ موجودہ تہذیب وتمدن سے پہلے ان اقوام کو دوسرے ناموں سے پکارا جانا کوئی امر مستبعد نہیں بلکہ ایک یقینی بات ہے۔

۳۔ موجودہ تہذیب وتمدن سے پہلے ان اقوام کو جن ناموں سے پکارا جاتا تھا عین ممکن ہے کہ وہ اس زمانے کی انتہائی بگڑی ہوئی سرکش اور متمرد قوم کا نام رہا ہو، لیکن تہذیب وتمدن کے اس جدید دور سے بہرہ مند ہونے کے بعد ان اقوام نے اپنے پیدائشی علاقے سے ترک وطن کر کے اس نسبت سے اپنا پیچھا چھڑا لیا ہو اور اپنا کوئی دوسرا نام تجویز کر لیا ہو اور اپنی پرانی عادات وخصائل کو یک لخت ترک اور تبدیل کر دیا ہو۔

ان تین نکات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب اس بات پر غور فرمایئے کہ دنیا میں جتنی بھی اقوام بستی ہیں ان تمام کا سرچشمہ اور مرکز جہاں سے یہ اقوام نکلیں، پھیلیں اور مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے موسوم ہوئیں، دو ہیں۔

ا۔ حجاز: یہ ان تمام اقوام کا مرکز اور سرچشمہ ہے جن کے نام کے ساتھ سامی النسل ہونے کا پیوند لگا ہے۔

۲۔منگولیایا چینی ترکستان: اسے کاکیشیا بھی کہا جاتا ہے۔

حجاز سے نکلنے کے بعد جو اقوام مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہوئیں ان کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔عاد اولی ۲۔عاد ثانیہ ۳۔جدیس

۴۔طسم ۵۔شاہان حمیر ۶۔عمالقہ مصر

۷۔شام ۸۔عراق وغیرہ

اور چینی ترکستان سے جو اقوام مختلف علاقوں میں جا کر سکونت پذیر ہوئیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔وسط ایشیا (ایران) ۲۔یورپ (ہن وغیرہ)

۳۔ہندوستان (آرین) ۴۔بحر اسود ۵۔رشین وغیرہ

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایران، یورپ اور ہندوستان وغیرہ علاقوں میں جتنے افراد و اقوام ایک معاشرتی زندگی کے بندھن سے وابستہ ہیں یہ تمام نہ سہی بہر حال ایک بڑی اکثریت کاکیشیا سے ترک وطن کر کے ان مختلف علاقوں میں آکر سلسلہ بود و باش سے منسلک ہوئے ہیں اور ابتداء ان کی زندگی صحرا نورد وحشی قبائل والی تھی اب اگر اس کے ساتھ علامہ انور شاہ صاحب ؒ کی عبارت کا یہ حصہ جوڑ دیا جائے تو بات نتیجہ خیز حد تک پہنچ جائے گی، وہ فرماتے ہیں۔

"ان روسیامن یا جوج، و اھل بریطانیامن ماجوج"

(فیض الباری ج ٤ ص ۲۵)

''کہ روسیوں کا تعلق یاجوج سے ہے اور اہل برطانیہ ماجوج کی طرف منسوب ہیں''

حضرت شاہ صاحب ؒ کی اس تحقیق کے بعد گو مجھ جیسے ناکارہ و ہیچ مدان کو اپنی حیثیت پہچان کر بات کرنی چاہیے لیکن اس موقع پر میں اپنی بات اپنے الفاظ سے زیادہ حضرت شاہ صاحب ؒ ہی کے شاگرد رشید حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب ؒ کے الفاظ میں زیادہ موثر پاتا ہوں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''تاہم باوجود ان تمام صفاتی نشانیوں کے مجھے اعتراف کرنا

ہے کہ قرآنی آیات کی روشنی ہم نام اور رسمی تعین کے ساتھ ان قوموں کو متعین نہیں کر سکتے جن کو قرآن نے یاجوج ماجوج کی بھیڑ میں داخل کیا ہے، مذکورہ بالا قرآنی آیتوں کو باہم پیوند کر کے دیکھنے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک ٹوپی ضرور تیار ہوگئی ہے اب یہ آپ کا اور ہمارا کام ہے کہ قوموں کے سروں پر رکھ رکھ کر دیکھیں کہ یہ ٹوپی ٹھیک کن سروں پر بیٹھ جاتی ہے، اس میں غیر قرآنی چیزوں سے کچھ مدد بھی اگر لی گئی تو ان کی حیثیت مغزی اور گوٹ کی ہے لیکن جوھری ٹکڑے صرف قرآن سے حاصل کیے گئے ہیں''

(دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال ص ۲۶۱)

مولانا گیلانیؒ کی اس عبارت سے حسب ذیل امور منقح ہو کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ یاجوج ماجوج کی رسمی تعین کے باوجود ان کی حتمی تعین ممکن نہیں۔

۲۔ مختلف اقوام پر ان صفات کو منطبق کر کے کوئی فیصلہ کرنا بھی ممکن ہے۔

۳۔ اس سلسلے میں دیگر تحریری وغیر تحریری مواد سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس سب کے باوجود اس کی حیثیت امکانی ہی ہوگی، یقینی نہیں۔

ان چار نکات کے بعد راقم الحروف عربی کا ایک مقولہ اپنے ذہن میں بار بار متوجہ پا رہا ہے یعنی ''الولد سرٌّ لابیہ'' کہ بیٹا اپنے باپ کا راز دان ہوتا ہے اس لئے حضرت گیلانیؒ ''جو حضرت شاہ صاحبؒ کے روحانی فرزند ارجمند ہیں'' کی اس عبارت کی روشنی میں حضرت شاہ صاحبؒ کا منشاء اس گنہگار کو تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اولاً تو ہمیں ان اقوام کی تعین کے درپے نہیں ہونا چاہئے اور اگر تحقیق کے میدان میں اس کی ضرورت پڑے تو پھر قرآن میں بیان کردہ صفات کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر لیا جائے لیکن وہ قطعی پھر بھی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اس تمام تفصیل سے اس سوال کا جواب تو واضح ہوا ہی کہ یاجوج ماجوج کا مصداق کون سی اقوام ہیں؟ یہ بھی واضح ہو گیا کہ مختلف ادوار میں مختلف صورتوں میں یہ قوم ہمیشہ موجود رہی ہے البتہ یہ بات وضاحت طلب اور قابل غور رہ گئی ہے کہ کیا وہ صحرانورد وحشی جو کسی زمانے میں یا قرآنی اصطلاح کے مطابق یاجوج ماجوج کہلاتے تھے اب وہ یاجوج

ماجوج نہیں کہلائیں گے؟ بلکہ ان کی جگہ یورپ اور روس و برطانیہ کے گورے انگریزوں نے لے لی ہے جو بربریت وسفاکیت میں وحشیوں سے کسی طرح بھی کم نہیں؟ تو اس سوال کا جواب نفی میں ہے کیونکہ متمدن علاقوں میں آ کر آباد ہونے والی اقوام ان وحشی قبائل کا ایک معتد بہ حصہ ضرور تھیں لیکن وہ وحشی قبائل واقوام مکمل طور پر اپنے اصل علاقے کو ترک کر کے دیار غیر میں جا کر نہیں بس گئے تھے بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد اب بھی اپنے سابقہ مستقر اور مرکز میں موجود ہے اس لئے ہم صرف یورپ و برطانیہ کے باشندوں پر یہ لقب چسپاں کر کے اصل صحرا نورد وحشیوں کو اس لقب سے ماوراء قرار نہیں دے سکتے بلکہ اس کا حقیقی مصداق تو وہی ہیں البتہ مجازی طور پر مذکورہ اقوام پر بھی ان کا اطلاق شاہ صاحبؒ کی تحقیق کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔

قبائل یاجوج ماجوج:

یاجوج ماجوج بھی اسی طرح قبائلی تقسیم سے منسلک ہیں جس طرح دیگر مختلف علاقوں میں آباد لوگ قبائلی تقسیم کا حصہ ہیں مورخین ومفسرین کے مطابق ان کے بائیس قبیلے ہیں چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''قرطبی نے اپنی تفسیر میں بحوالہ سدی نقل کیا ہے کہ یاجوج ماجوج
کے بائیس قبیلوں میں سے اکیس قبیلوں کو سد ذوالقرنین سے بند کر دیا گیا،
ان کا ایک قبیلہ سد ذوالقرنین کے اندر اس طرف رہ گیا وہ ترک ہیں''

(معارف القرآن ج۵ص۶۴۹)

اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''اور بعض عرب مورخین نے تو ''ترک'' کی وجہ تسمیہ ہی یہ
بیان کر دی کہ یہ وہ قبائل ہیں جو یاجوج ماجوج کے ہم نسل ہونے کے
باوجود سد سے ورے آباد تھے اور اس لئے جب ذوالقرنین نے
سد قائم کی اور ان کو اس میں شامل نہیں کیا تو اس چھوڑ دیئے جانے کی
وجہ سے وہ ''ترک'' کہلائے'' (قصص القرآن سوم ص۱۹۵)

﴿یاجوج ماجوج کتب سابقہ اور قرآن کریم کی روشنی میں﴾

یاجوج ماجوج کے اس اجمالی اور مختصر تعارف کے بعد ہم اپنے اس موضوع پر باضابطہ گفتگو شروع کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کا یہ اعلیٰ اور انتہائی اہم دستور و منشور بھی اس فتنے کے تذکرے سے خالی نہیں بلکہ اپنے پیروکاروں کی اس سلسلہ میں ایک جامع راہنمائی کا ضابطہ پیش کرتا ہے جسے سامنے رکھ کر اس مسئلے کی بہت سی کڑیوں کو حل اور بہت سی گتھیوں کو سلجھایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ:

اس سلسلے میں ہم اپنے قارئین کے سامنے سورۂ مبارکہ کہف کے آخر سے پہلے والے رکوع کا مکمل ترجمہ پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس سلسلے کی تمام مباحث پر ایک اجمالی اور سرسری نظر گذر جائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے نبی ﷺ! یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے! کہ میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا کچھ تذکرہ پڑھ کر سناؤں گا (یاد رکھو!) ہم نے اسے زمین میں تمکنت عطا فرمائی تھی اور ضرورت کی ہر چیز ہم نے اسے دے رکھی تھی چنانچہ اس نے ایک مہم کی تیاری کی (اور سفر پر روانہ ہوگیا) یہاں تک کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا تو یوں محسوس ہوا کہ سورج سیاہ دلدل کی جھیل میں ڈوب رہا ہو اور اس کے قریب ہی ایک قوم کو بھی پایا، ہم نے کہا کہ اے ذوالقرنین! انہیں سزا دو یا اچھا سلوک کرو (ہماری طرف سے تمہیں اختیار و اجازت ہے) اس نے کہا کہ ظالم کو تو ہم ضرور سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹے گا تو وہاں بھی وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا اور جو ایمان لا کر اعمال

صالحہ اختیار کرے گا اس کے لئے اچھا بدلہ ہے اور ہم اسے آسان باتوں کا حکم دیں گے۔

اس کے بعد اس نے ایک اور مہم کی تیاری کی (اور سفر پر روانہ ہوگیا) حتی کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر (سب سے پہلے) طلوع کرتا ہے جن کیلئے ہم نے اس سے کوئی پردہ نہیں رکھا، معاملہ یوں ہی تھا، اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا ہم اس کی تمام خبروں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد اس نے ایک اور مہم کی تیاری کی (پھر سفر پر روانہ ہوگیا) حتی کہ جب وہ دو دروں کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کے ورے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو کوئی بات نہ سمجھ پاتی تھی انہوں نے (اشارہ یا ترجمان کے ذریعے ذوالقرنین سے) کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا (ایسا ممکن ہے کہ) ہم آپ کیلئے کوئی اجرت (یا ٹیکس، واجب الاداء) مقرر کر دیں تا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد قائم کر دیں ذوالقرنین نے کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے جو حکومت عطا فرما رکھی ہے وہ سب سے بہتر ہے اس لئے افرادی قوت سے تم میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ قائم کر دوں گا، میرے پاس لوہے کی چادریں لیکر آؤ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار اٹھا کر ان کے برابر کر دی تو حکم دیا کہ (بھٹیاں لگا کر) اسے دھونکو، جب وہ لوہا آگ کی طرح ہوگیا تو حکم دیا کہ اس پر انڈیلنے کے لئے پگھلا ہوا تانبا لاؤ (اس دیوار کے تعمیر ہونے کے بعد) یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ ہی نقب لگا

سکتے تھے۔

ذوالقرنین نے کہا کہ یہ محض میرے پروردگار کی رحمت ہے
جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کردے گا اور
میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔ (الکہف: آیات ۸۳ تا ۹۹)

قرآن کریم کے اس اقتباس سے حسب ذیل امور اور نکات ہمارے سامنے خوب وضاحت سے آتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کی یہ آیات ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئیں جس کا تعلق ''ذوالقرنین'' سے تھا۔
۲۔ ذوالقرنین کو دنیاوی بادشاہت اور ہر طرح کا سامان ضرورت مہیا کیا گیا تھا۔
۳۔ ذوالقرنین نے ایک سفر مغرب کی طرف کیا۔
۴۔ ذوالقرنین نے دوسرا سفر مشرق کی طرف کیا۔
۵۔ ذوالقرنین کا تیسرا سفر ایک نامعلوم سمت کی طرف ہوا تاہم اس کی علامت یہ تھی کہ وہ علاقہ دو دروں کے درمیان واقع تھا۔
۶۔ اس علاقے کے لوگوں کی زبان ذوالقرنین کے لئے نامانوس تھی۔
۷۔ اس علاقے کے لوگوں نے ''یاجوج ماجوج'' کے فساد برپا کرنے اور تنگ کرنے کی شکایت ذوالقرنین سے کی۔
۸۔ ان لوگوں نے ''ذوالقرنین'' سے ایک رکاوٹ اور سد بنانے کی درخواست کی اور اس پر انہیں مزدوری واجرت یا ٹیکس واجب الاداء کی بھی پیشکش کی۔
۹۔ ذوالقرنین نے اس پیشکش کو عمدہ طریقے سے رد کر کے انکی درخواست قبول کر لی۔
۱۰۔ ذوالقرنین نے ان سے لوہے کی چادریں منگوا کر انہیں دیوار کی طرح جوڑا اور آگ کی بھٹیاں لگا کر انہیں خوب دھونکا گیا۔
۱۱۔ ذوالقرنین نے لوہے کی دیوار قائم کرنے کے بعد اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلا تاکہ وہ اچھی طرح مضبوط اور ناقابل تسخیر ہو جائے۔

۱۲۔ اس مضبوط دیوار کے تعمیر ہو چکنے کے بعد ذوالقرنین نے بارگاہ خداوندی میں حمد و شکر کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

۱۳۔ ذوالقرنین نے ''وعدرب'' آنے تک اس دیوار کے قائم رہنے کا اندازہ لگایا۔

۱۴۔ اس دیوار کے بن جانے کے بعد وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے میں موج در موج مشغول ہو گئے اور باہر کے لوگ ان کے فسادات اور حملوں سے محفوظ ہو گئے۔

یہ چودہ نکات تو وہ ہیں جو عبارت قرآنی میں بہت وضاحت کے ساتھ موجود ہیں اور ان کے اثبات کے لئے کسی قسم کی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اس عبارت کے بعد قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوئے ہوں گے کہ

۱۔ ذوالقرنین کون تھا؟

۲۔ اس کا تیسرا سفر کس سمت اور کس علاقے میں ہوا؟ اور اس کی تعمیر کردہ دیوار کیا اب بھی موجود ہے؟

۳۔ اگر اس کی تعمیر کردہ دیوار اب بھی موجود ہے تو کہاں ہے؟

ان تینوں سوالوں کے جواب کے لئے قارئین کو انتظار کی مشقت سے گذرنا پڑے گا کیونکہ مصنف اس مقام پر قرآن کریم اور کتب سابقہ میں ''یاجوج ماجوج'' کا تذکرہ اپنا عنوان بنا چکا ہے اس لئے مذکورہ سوالوں کے جواب کا وعدہ کر کے مصنف دوسرا حوالہ پیش کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ''

(الانبیاء: ۹۵،۹۶)

''اور جس بستی کو ہم نے ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا، ان کے لئے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ لوٹ کر واپس نہیں آ سکتے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے اور وہ ہر بلندی پر سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے''

قرآن کریم کی ان دونوں آیتوں سے حسب ذیل وضاحت ہمارے سامنے آتی ہے۔

۱۔ ہلاک شدہ اقوام کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جائے گا۔

۲۔ یاجوج ماجوج کو کھولا جائے گا (گویا کہ انہیں کہیں بند کیا ہوا ہے یا جکڑا ہوا ہے)

۳۔ وہ اونچے مقامات (پہاڑوں) سے نیچے اتریں گے۔

۴۔ کثرت کے باعث وہ پھسلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔

ان نکات کو ذہن میں رکھ کر کہ آگے انکی تفصیل آئے گی اس بات پر غور فرمائیے کہ قرآن کریم نے اپنے طرز بیان میں اس فتنے کی طرف جس خوبصورتی سے اشارہ فرمایا ہے وہ اسی کا حصہ ہے، اختصار اتنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں جامع اتنا کہ تمام پہلوؤں سے کچھ نہ کچھ لیکر ایک مستند دستاویز تیار کر دی گئی۔

قرآن کریم کے بعد قلب مومن میں اگر کسی چیز کی اہمیت وعظمت ہے اور اس سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے تو وہ پوری کائنات میں ''حدیث'' ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کریم کے بعد بلا شرکت غیرے اور تن تنہا اس اہمیت وعظمت کی حامل ہے اس لئے قرآن کریم کے بعد حدیث کے حوالے سے یاجوج ماجوج پر تفصیلی گفتگو کرنا ضروری ہے تاہم اس کے لئے ہم نے ایک باب مخصوص کیا ہے اس لئے یہاں سابقہ آسمانی یا غیر آسمانی کتابوں سے یاجوج ماجوج کے وجود پر روشنی ڈالی جارہی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

عہد نامہ عتیق میں یاجوج ماجوج کا ذکر:

عہد نامہ عتیق اہل کتاب کی ایک مذہبی کتاب کی اصطلاح ہے، دراصل اس وقت اہل کتاب کے پاس جتنی بھی کتابیں اور صحیفے ہیں انہیں دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل نازل ہونے والی کتابیں اور صحیفے۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال اور آپکے شاگردوں کے خطوط۔

اول الذکر حصہ کو عہد نامہ عتیق یا قدیم کہا جاتا ہے اور موخر الذکر کو عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے عہد نامہ عتیق میں ۳۹ کتابیں اور صحیفے ہیں جبکہ عہد نامہ جدید میں چار انجیلوں کے علاوہ اکیس خطوط، سفر اعمال اور یوحنا عارف کا مکاشفہ ملا کر کل ۲۷ چیزیں شامل ہیں۔

عہد نامہ عتیق میں ۲۶ ویں نمبر پر ایک کتاب ''حزقی ایل'' کے نام سے ۴۸ ابواب پر مشتمل موجود ہے جس میں سے مصنف اس موقع پر باب نمبر ۳۸ کی عبارت قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، ملاحظہ ہو۔

''اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبل کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر اور کہہ خداوند خدایوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے جوج! روش اور مسک اور توبل کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں آنکڑے ڈال کر تجھے اور تیرے تمام لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب کے سب مسلح لشکر ہیں جو پھریاں اور سپریں لئے ہیں اور سب کے سب تیغ زن ہیں کھینچ نکالوں گا اور ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط جو سب کے سب سپر بردار اور خود پوش ہیں جمر اور اس کا تمام لشکر اور شمال کی دور اطراف کے اہل تُجر مہ اور ان کا تمام لشکر یعنی بہت سے لوگ جو تیرے ساتھ ہیں تو تیار ہو اور اپنے لئے تیاری کر، تو اور تیری تمام جماعت جو تیرے پاس فراہم ہوئی ہے اور تو ان کا پیشوا ہو اور بہت دنوں کے بعد تو یاد کیا جائے گا اور آخری برسوں میں اس سرزمین پر جو تلوار کے غلبہ سے چھڑائی گئی ہے اور جس کے لوگ بہت سی قوموں کے درمیان سے فراہم کئے گئے ہیں، اسرائیل کے پہاڑوں پر جو قدیم سے ویران تھے چڑھ آئے گا۔ لیکن وہ تمام اقوام سے آزاد ہے اور وہ سب کے سب امن و امان سے سکونت کریں گے، تو چڑھائی کرے گا اور آندھی کی طرح آئے گا..................

اس لئے اے آدم زاد! نبوت کر اور جوج سے کہہ خداوند خدایوں فرماتا ہے کہ جب میری امت اسرائیل امن سے بسے گی کیا

تجھے خبر نہ ہوگی اور تو اپنی جگہ سے شمال کی دور اطراف سے آئے گا تو
اور بہت سے لوگ تیرے ساتھ جو سب کے سب گھوڑوں پر سوار
ہوں گے ایک بڑی فوج اور بھاری لشکر لیکر تو میری امت اسرائیل
کے مقابلہ کو نکلے گا اور زمین کو بادل کی طرح چھپالے گا، یہ آخری
دنوں میں ہوگا اور میں تجھے اپنی سرزمین پر چڑھالاؤں گا تا کہ قومیں
مجھے جانیں جس وقت میں اے جوج ان کی آنکھوں کے سامنے تجھ
سے اپنی تقدیس کراؤں خداوند خدایوں فرماتا ہے کہ کیا تو وہی نہیں
ہے جس کی بابت میں نے قدیم زمانے میں اپنے خدمت گذار
اسرائیلی نبیوں کی معرفت جنھوں نے ان ایام میں سالہا سال تک
نبوت کی، فرمایا تھا کہ میں تجھے ان پر چڑھالاؤں گا؟ اور یوں ہوگا کہ
ان ایام میں جب جوج اسرائیل کی مملکت پر چڑھائی کرے گا تو میرا
قہر میرے چہرے سے نمایاں ہوگا، خداوند خدا فرماتا ہے کیونکہ میں
نے اپنی غیرت اور آتش قہر میں فرمایا کہ یقیناً اس روز اسرائیل کی
سرزمین میں سخت زلزلہ آئے گا یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور
آسمان کے پرندے اور میدان کے چرندے اور سب کیڑے مکوڑے
جوزمین پر رینگتے پھرتے ہیں اور تمام انسان جو روئے زمین پر ہیں،
میرے حضور تھرتھرائیں گے اور پہاڑ گر پڑیں گے اور کراڑے بیٹھ
جائیں گے اور ہر ایک دیوار زمین پر بیٹھ جائے گی اور میں اپنے سب
پہاڑوں سے اس پر تلوار طلب کروں گا خداوند خدا فرماتا ہے اور ہر
ایک انسان کی تلوار اس کے بھائی پر چلے گی اور میں وبا بھیج کر اور
خونریزی کر کے اسے سزا دوں گا اور اس پر اور اس کے لشکروں اور ان
بہت سے لوگوں پر جو اس کے ساتھ ہیں شدت کا مینہ اور بڑے بڑے
اولے اور آگ اور گندھک برساؤں گا اور اپنی بزرگی اور اپنی

تقدیس کراؤں گا اور بہت سی قوموں کی نظروں میں مشہور ہوں گا اور
وہ جانیں گے کہ خداوند میں ہوں''

(کتاب مقدس ج ا ص ۸۱۷، حزقی ایل: باب نمبر ۳۸ مکمل)

کتاب مقدس کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل اہم ترین معلومات ہمارے سامنے واضح ہوتی ہیں۔

۱۔ یاجوج ماجوج ایک سر پھری لیکن مسلح اور طاقتور قوم ہے۔
۲۔ یاجوج ماجوج میں مردم شماری نہیں کی جاسکتی۔
۳۔ یاجوج ماجوج کا خروج قیامت کے قریب ہوگا۔
۴۔ یاجوج ماجوج کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ زمین ان کی کثرت سے چھپ جائے گی
۵۔ یاجوج ماجوج کے خروج سے پہلے بہت سے اہم واقعات پیش آئیں گے۔

اس سلسلے کی دوسری عبارت وہ ہے جو قارئین کرام یاجوج ماجوج کے نسب نامے سے متعلق کتاب مقدس کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں اور اس کے مطابق یہ ''بنو یافث'' قرار پاتے ہیں۔

اس سلسلے کی تیسری عبارت جس میں کتاب مقدس کے حوالے سے یاجوج ماجوج کا تذکرہ ملتا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

''اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے
چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کی چاروں طرف ہوں گی
یعنی جوج وماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا،
ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا اور وہ تمام زمین پر پھیل
جائیں گی اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے
گھیر لیں گی اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائے گی اور
ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈالا
جائے گا جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی ہوگا اور وہ رات دن ابدالآباد

عذاب میں رہیں گے"

(کتاب مقدس ج ۲ ص ۲۵۷: مکاشفہ: باب نمبر ۲۰: آیت نمبر ۷ تا ۱۰)

کتاب مقدس کی یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ اس سلسلے میں کوئی بات کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تاہم قارئین کے ذہن میں یہ سوال پیدا کرنا مولف کے ذمے ضروری ہے کہ اس عبارت میں "مقدس کی لشکر گاہ اور عزیز شہر" سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ یہودی لابی اور عیسائی مشنری اب تک اس بات پر مصر ہے کہ ہم نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لینا ہے، شاید وہ اس بات کو بھول رہے ہیں کہ "مقدسوں کی وہ لشکر گاہ اور عزیز شہر" قیامت تک روئے زمین پر اپنی آب وتاب کے ساتھ موجود رہیں گے اور ان کی تمام تر کوششیں مشیت ایزی سے رائیگاں جائیں گی۔

رگ وید میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ:

ہندومت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار ہوتا ہے گو کہ اس کی تاریخ تو بہت پرانی ہے لیکن اس کا کوئی حصہ بھی محفوظ یا قابل اعتماد نہیں اس مذہب کی مشہور مذہبی کتابوں میں ایک اہم ترین کتاب "رگ وید" بھی ہے اس سلسلے میں ہمیں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے حوالے سے رگ وید کی ایک عبارت قارئین کے سامنے پیش کرنی ہے جو انہوں نے مقدمہ تفسیر غایۃ البرہان ص ۳۰۲ سے لی ہے، ملاحظہ ہو۔

"رگ وید میں رچا ۲۲ سکتہ ۴ منڈل ۷ کا ایک دعائی فقرہ ہے کہ،

رہے مالک! ہماری عبادت گاہوں کو "کوک" کی کھنڈت سے بچا" اس میں تو صرف کوک کا ذکر ہے لیکن "کلکی پران" کے نام سے جو کتاب ہندوؤں کے یہاں پائی جاتی ہے اس میں کوک کے ساتھ "وکوک" کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی کہ ان کے رتھ (سواری) کا رنگ کالا ہوگا اور چھچھوندر، کتے، گدھے وغیرہ کی آواز اس سے نکلے گی اور انکی آنکھیں کنجی ہوں گی" (دجالی فتنہ کے نمایاں خط وخال: حاشیہ ص ۲۵۲)

خلاصہ کلام یہ کہ فتنہ یاجوج ماجوج انتہائی غیر معمولی ہوگا جس سے حفاظت کیلئے

ہندومت جیسے شرک سے بھرپور مذہب میں بھی دعائیہ کلمات سکھائے گئے ہیں اور دیگر آسمانی کتابوں کے ساتھ ساتھ خود قرآن کریم بھی اس کے تذکرے سے خالی نہیں۔

ذوالقرنین کون تھا؟:

مصنف کو اپنا وہ وعدہ یاد ہے جو اس سے قبل وہ اپنے قارئین سے کر چکا ہے اور اس کے تحت اسے تین سوالوں کا جواب دینا ہے جن میں سب سے پہلا ذوالقرنین کی تعیین سے متعلق تھا اس سلسلے میں ہمارے سامنے بہت سے اقوال میں سے تین قول ایسے ہیں جن کے قارئین کی ایک بڑی تعداد آج بھی موجود ہے۔

۱۔ ذوالقرنین سے مراد وہ سکندر ذوالقرنین ہے جس کے نام پر ''سکندریہ'' آباد ہے اور اس کا نام ''یونانی مقدونی'' کی قید سے مقید ہے۔

۲۔ ذوالقرنین سے سکندر یونانی مراد نہیں بلکہ اس نام کا ایک دوسرا بادشاہ مراد ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں گذرا ہے۔

۳۔ ذوالقرنین سے مراد سائرس ہے جسے ''کیخسرو'' بھی کہا جاتا ہے۔

ان میں سے پہلا قول جن مفسرین کی طرف منسوب ہے ان میں سب سے اہم نام امام رازیؒ، ابن جریر طبریؒ اور علامہ آلوسیؒ کا ہے چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں اس قول کو اختیار کیا ہے لیکن بعد کے تقریباً تمام مفسرین نے ان کی تغلیط کی ہے اور اسے علامہ آلوسیؒ، رازیؒ اور طبریؒ کا سہو قرار دیا ہے۔

دوسرا قول اسلاف میں سے اکثر کا اختیار کردہ ہے اور بعد کے بہت سے مصنفین نے اسی قول کو حرف تحقیق سمجھا ہے جبکہ تیسرا قول بنیادی طور پر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا ہے جس کی مزید تنقیح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی کتاب قصص القرآن میں کی ہے۔

گو کہ ہمارے سامنے اس وقت مولانا آزاد کی کتاب ''اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج'' بھی موجود ہے لیکن ذوالقرنین کی تعیین کے اس مسئلے کو ہم مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی کتاب قصص القرآن سے اپنے الفاظ میں نقل کر رہے ہیں کیونکہ مولانا آزاد کی نسبت حضرت سیوہارویؒ نے پہلے قول کی تردید میں بہت مضبوط اور مفصل کلام کیا

ہے ملاحظہ ہو،

کیا سکندر مقدونی ہی ذوالقرنین تھا؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے تو ہمیں ان اوصاف کو متعین کرنا چاہئے جو قرآن کریم نے ذوالقرنین کے لئے بیان کئے ہیں، پھر سکندر مقدونی کے حالات کا تجزیہ کر کے نتیجہ معلوم کیا جا سکے گا چنانچہ قرآن کریم سے ذوالقرنین کے مندرجہ ذیل اوصاف معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ روئے زمین کی حکمرانی
۲۔ ہر قسم کے ضروری اسباب کی فراوانی
۳۔ مغرب، مشرق اور ایک نامعلوم سمت میں تین اہم سفر
۴۔ نیک سیرت، عادل اور انصاف پسند
۵۔ خدائے لم یزل پر ایمان
۶۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے بلا واسطہ یا بالواسطہ خطاب
۷۔ وعدہ رب پر یقین کامل
۸۔ لالچ اور بخل سے کوسوں دور
۹۔ سد سکندری کی تعمیر
۱۰۔ ذوالقرنین کے لقب سے شہرت

اب اس بات پر غور فرمائیے کہ سکندر یونانی کی کوئی مغربی مہم قابل ذکر تاریخی اور مستند حوالہ جات سے ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مولانا سیوہارویؒ نے تحریر فرمایا ہے، پھر اس پر مستزاد سکندر کا وہ ظلم و بربریت اور اس کی سفا کی ہے جس نے اس کی افواج تک کو اس سے بغاوت پر آمادہ کر دیا تھا۔

اسی طرح سکندر یونانی نہ صرف یہ کہ پکا مشرک تھا بلکہ اہل یونان سے اپنے آپکو سجدہ کرواتا تھا اس لئے خدائے لم یزل پر ایمان اور اس سے ملتی جلتی دیگر دفعات کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے، باقی صرف ذوالقرنین سے شہرت یا زمین کے ایک بڑے حصے پر فرمانروائی

سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ قرآن کریم میں جس ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے وہ یہی سکندر یونانی ہے، انصاف سے بعید اور حقائق سے اغماض ہے۔

اس سلسلے کا ایک اور تجزیہ بھی یہیں ملاحظہ فرماتے جائیں جو پہلے قول کی تضعیف اور دوسرے قول کی ترجیح یا تصحیح کی ایک واضح ترین دلیل ہے۔

۱۔ سکندر مقدونی یونان کا رہنے والا تھا اور سکندر ذوالقرنین یونان کا رہنے والا نہیں تھا۔

۲۔ سکندر مقدونی کا وزیر مشہور فلسفی ''ارسطو'' تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

۳۔ سکندر یونانی مشہور بادشاہ دارا کا قاتل تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین کا ایسا کوئی واقعہ مذکور نہیں۔

۴۔ سکندر یونانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صرف تین سو سال پہلے گذرا ہے جبکہ سکندر ذوالقرنین اس سے دو ہزار سال پہلے گذرا ہے۔

۵۔ سکندر یونانی مشرک تھا جبکہ سکندر ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ پایا، اسلام قبول کیا اور ان کے ساتھ مل کر حج کی سعادت حاصل کی۔

یہ پانچ نکات بھی اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ سکندر یونانی وہ ذوالقرنین نہیں جس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

کیا سکندر حمیری ہی ذوالقرنین ہے؟

مولانا آزاد مرحوم سے پہلے تک تقریباً اکثر علماء کا یہی خیال تھا کہ قرآن کریم نے جس ''ذوالقرنین'' کا تذکرہ کیا ہے اس کا مصداق وہ سکندر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا لیکن مولانا آزاد مرحوم کی تحقیق کے بعد یہ خیال بھی کمزور معلوم ہوتا ہے جس میں مزید جان اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب اس کے ساتھ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے ان اعتراضات وتنقیدات کو بھی شامل کر لیا جائے جو انہوں نے قصص القرآن کا حصہ بنائے ہیں، انہی کے الفاظ میں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''لیکن علماء سلف یہ بتانے سے قاصر رہے کہ جس شخص کو وہ

''ذوالقرنین'' فرما رہے ہیں کیا واقعی اس کو یہ تینوں مہمات اس تفصیل کے ساتھ پیش آئیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے بلکہ وہ اس کا فیصلہ بھی نہیں فرما سکے کہ اس کا اصل نام کیا ہے؟ اس کا مرکز حکومت کہاں تھا؟ اور اس کو ''ذوالقرنین'' کیوں کہتے ہیں؟ غرض سلفؒ کے یہاں ان سوالات کے جواب میں اس درجہ مختلف اور مضطرب اقوال پائے جاتے ہیں کہ قرآن کے بیان کردہ اوصاف و علامات کے پیش نظر ان کے ذریعہ کسی قدیم العہد پادشاہ کی شخصیت کا تعین ناممکن ہو جاتا اور معاملہ اپنی جگہ غیر منفصل ہو کر رہ جاتا ہے''

(قصص القرآن حصہ سوم ص ۱۳۴)

اس کے بعد حضرت سیوہارویؒ نے تاریخی اور تحقیقی طور پر مفصل گفتگو فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ اسے ذوالقرنین قرار دینا صحیح نہیں۔

ذوالقرنین کا اصل مصداق اور اس پر تبصرہ:

مولانا آزاد مرحوم اور ان کی اتباع میں حضرت سیوہارویؒ کی رائے کے مطابق ذوالقرنین کا اصل مصداق ''سائرس'' ہے جسے کتاب مقدس میں ''خورس'' کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اسی لئے یہودیوں کے یہاں ذوالقرنین ''خورس'' کے نام سے، یونان میں ''سائرس'' کے نام سے، فارس میں ''گورش'' کے نام سے اور عرب میں ''کیخسرو'' کے نام سے مشہور ہے۔

اس سلسلے میں مذکورہ دونوں حضرات کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ ذوالقرنین کے متعلق سوال بنیادی طور پر یہودیوں نے اٹھایا تھا اس لئے اسے یہودیوں کے یہاں ''تقدس'' کا مقام حاصل ہونا ایک بدیہی بات ہے۔

۲۔ سائرس یہودیوں کے لئے ایک نجات دہندہ تھا جس نے انہیں بابل کی قید سے نجات دلائی۔

۳۔ سائرس نیک سیرت اور مرد مومن تھا۔

۴۔ سائرس کو اپنی زندگی میں تین اہم سفر بھی پیش آئے اور اس نے سد یاجوج ماجوج تعمیر کی۔

۵۔ سائرس اس وقت کے اہم ترین مذہب زرتشت کی تعلیمات پر عمل پیرا تھا اور سائرس کی شخصیت کو سنوارنے میں زرتشت کا بنیادی کردار رہا ہے۔

اس لئے تحقیق بسیار کے نتیجے میں ''سائرس'' ہی ذوالقرنین کا مصداق قرار پاتا ہے لیکن اس موقع پر دو اشکال ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب مذکورہ حضرات میں سے کسی ایک نے بھی نہیں دیا اس لئے اس قول پر اعتماد میں بھی کامل شرح صدر نہیں ہو پا رہا چنانچہ سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ اتنی بات تو مسلم ہے کہ سکندر یونانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو سال قبل گذرا ہے اور زرتشت کی تاریخ پیدائش راجح قول کے مطابق ۶۱۰ ق م ہے جبکہ اس کی تاریخ وفات ۵۳۳ ق م ہے، اس اعتبار سے زرتشت کی کل عمر ۷۷ سال ہوئی پھر مورخین نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ ذوالقرنین نے طویل عمر پائی اور دو صدیوں کا زمانہ اس نے دیکھا اسی لئے اسے ''ذوالقرنین'' بھی کہتے ہیں۔

اب اگر ساری کڑیوں کو ملا کر دیکھا جائے تو کہیں اس سے ''سکندر یونانی'' ہی کو ذوالقرنین قرار دینے کے قول کی نادانستہ تائید تو نہیں ہو رہی؟ کیونکہ جب یہ ایک حقیقت ہے کہ زرتشت ۵۳۳ ق م میں فوت ہو چکا تھا اور اس نے ''سائرس'' کی شخصیت کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا تھا اور دونوں کا زمانہ بھی ایک تھا تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ سائرس کی پیدائش کم از کم ۵۰۰ سال قبل مسیح میں ہوئی ہو اور پانچ سو میں سے دو سو کو منفی کر لیا جائے تو تین سو باقی بچتے ہیں اور یہ وہی مدت ہے جو سکندر یونانی کا زمانہ ہے حالانکہ جمہور علما تو رہے ایک طرف، خود مذکورہ دونوں حضرات بڑی شدت سے اس کا انکار فرماتے ہیں۔

دوسرا اعتراض اس پر یہ ہوتا ہے کہ مورخین نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ سکندر ذوالقرنین اور سکندر یونانی کے درمیان تقریباً دو ہزار سال کا عرصہ حائل ہے اگر ''سائرس'' ہی کو ذوالقرنین تسلیم کر لیا جائے تو یہ فاصلہ ہزاروں میں نہیں سینکڑوں میں بھی بنتا دکھائی نہیں دیتا۔

اس لئے ''سائرس'' کو ذوالقرنین قرار دینا بھی تاریخی اعتبار سے مشکوک ہو جاتا ہے رہی یہ بات کہ پھر اس سلسلے میں فیصلہ کن قول کیا ہے؟ سو وہ ماضی قریب کی معروف شخصیت ''حضرت تھانویؒ'' کی وہ تحریر ہے جو حضرت نے بیان القرآن میں تحریر فرمائی ہے اور اس پر شرح صدر اور اطمینان قلبی کا حصول بھی مجرب ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''اور جاننا چاہئے کہ مصنفین و مولفین نے اس سد یاجوج و ماجوج کی تعیین کے متعلق اپنے اپنے مقالات وخیالات جمع کئے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے لیکن قرآن وحدیث میں جو اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندہ مقبول ہے، دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے، تیسرے یہ کہ وہ دیوار آہنی ہے، چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں، پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف جو یاجوج و ماجوج ہیں وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے، چھٹے یہ کہ حضور ﷺ کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہو گیا ہے، ساتویں یہ کہ وہ لوگ ہر روز اس کو چھیلتے ہیں اور پھر وہ باذنہ تعالیٰ ویسی ہی دبیز ہو جاتی ہے اور قرب قیامت میں جب چھیل چکیں گے تو کہیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کر دیں گے چنانچہ اس روز پھر وہ دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے، آٹھویں یہ کہ یاجوج و ماجوج کی قوت باجود آدمی ہونے کے آدمیوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور عدد میں بھی بہت زیادہ ہیں، نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلیں گے اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحی الٰہی خاص خاص لوگوں کو لیکر کوہ طور پر چلے جاویں گے باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جاویں گے، دسویں یہ کہ وہ دفعۃً غیر معمولی موت سے مر جاویں گے اول کے پانچ اوصاف قرآن سے اور اخیر

کے پانچ اوصاف احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے اور حدیثوں کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ خود دین کے خلاف ہے''۔ (بیان القرآن)

راہ سفر کی تعیین:

دوسرا سوال جو اس موقع پر زیر بحث ہے وہ یہ کہ قرآن کریم نے ''ذوالقرنین'' کے دو سفر ایسے بتائے جن میں جگہ متعین تھی کہ ایک سفر مشرق کی طرف ہوا اور دوسرا مغرب کی طرف، لیکن تیسرے سفر کی سمت قرآن کریم نے متعین نہیں کی، سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کا تیسرا سفر کس رخ پر ہوا؟ شمال کی طرف یا جنوب کی طرف؟

تو اس سلسلے میں شاید مفسرین کرام کی دو رائیں نہ ہوں کہ ذوالقرنین کا تیسرا سفر شمال کی طرف ہوا کیونکہ جنوب میں آبادی بھی کچھ زیادہ نہیں اور تاریخی شہادتوں سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس تیسرے سفر کا رخ شمال کی جانب تھا چنانچہ ''فوائد عثمانی'' (تفسیر عثمانی) میں یہی لکھا ہے۔

سد سکندری کا محل وقوع:

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اتنی بات تو صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کی تاخت وتاراج سے بچاؤ کے لئے ایک دیوار قائم کی تھی جس میں اہل علاقہ نے افرادی طور پر وسائل کے ساتھ ذوالقرنین کا ہاتھ بٹایا تھا لیکن قرآن وحدیث اس مسئلے کی تحقیق کو اپنا موضوع نہیں بناتے کہ جغرافیائی طور پر بھی اس دیوار کی تعیین کی جائے کہ وہ کہاں اور کس سمت میں واقع ہے؟ اس لئے اس موقع پر سب سے پہلے تو اپنے ذہن میں اس بات کو راسخ کر لینا چاہئے کہ یہ عقیدہ کے مسائل میں سے نہیں بلکہ جغرافیائی مسائل میں سے ہے۔

پھر اس بات کو بھی فراموش نہ کیجئے کہ قرآن کریم نے اس دیوار کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ سیاح اور ماہرین جس دیوار میں وہ صفات موجود پائیں، اسی دیوار کو ''سد سکندری'' قرار دینا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ یہی وہ دیوار ہے جو ذوالقرنین نے تعمیر کی تھی اس اعتبار سے ہمیں سب سے پہلے اس دیوار کی ہیئت کذائی کو قرآن کریم کی مدد سے معلوم کرنا چاہئے چنانچہ قرآن کریم سے اس مضمون کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔

''اس کے بعد ذوالقرنین نے ایک اور مہم کی تیاری کی (پھر سفر پر روانہ ہوگیا) حتی کہ جب وہ دو ''دروں'' کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کے ورے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو کوئی بات نہ سمجھ پاتی تھی۔ انہوں نے (اشارہ یا ترجمان کے ذریعے ذوالقرنین سے) کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا (ایسا ممکن ہے کہ) ہم آپ کے لئے کوئی اجرت (یا ٹیکس واجب الاداء) مقرر کر دیں تا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک ''سد'' قائم کر دیں، ذوالقرنین نے کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے جو حکومت عطا فرما رکھی ہے وہ سب سے بہتر ہے اس لئے افرادی قوت سے تم میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ قائم کر دوں گا، میرے پاس لوہے کی چادریں لیکر آؤ، جب دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار اٹھا کر ان کے برابر کر دی تو حکم دیا کہ (بھٹیاں لگا کر) اسے دھونکو جب وہ لوہا آگ کی طرح ہوگیا تو حکم دیا کہ اس پر انڈیلنے کے لئے پگھلا ہوا تانبہ لاؤ''

(الکہف: ۹۳ تا ۹۶)

قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ پڑھنے سے مندرجہ ذیل امور منقح ہوتے ہیں۔

۱۔ ذوالقرنین کا تیسرا سفر ایک ایسی جگہ پہنچ کر ختم ہوا جہاں دو پہاڑی درے موجود تھے

۲۔ ان دروں کی دونوں جانب مختلف اقوام آباد تھیں اور پچھلی جانب کی وحشی اقوام

اگلی جانب آ کر فساد برپا کیا کرتی تھیں۔

۳۔ ان دونوں پہاڑی دروں کو بند کرنے سے پچھلی جانب آباد وحشی اقوام کے حملوں سے حفاظت ہونے کا یقین غالب تھا۔

۴۔ ذوالقرنین نے ان پہاڑی دروں کو بند کرنے کے لئے سب سے پہلے لوہے کی چادریں منگوائیں۔

۵۔ لوہے کی ان چادروں سے ہی ''اینٹ پتھر کے بغیر'' ذوالقرنین نے لوہے کی ایک دیوار تعمیر کی۔

۶۔ جب دونوں درے بند ہوگئے اور لوہے کی وہ دیوار پہاڑ کی چوٹی سے باتیں کرنے لگی تو ذوالقرنین کے حکم سے اس دیوار کو آگ سے خوب اچھی طرح دھونکا گیا۔

۷۔ پھر لوہے کی اس گرم دیوار پر پگھلا ہوا تانبہ یا سیسہ ڈالا گیا تا کہ وہ خوب مضبوط ہو جائے اور سد سکندری کی تعمیر مکمل ہو جائے۔

ان نکات سبعہ کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھ کر اب اس حقیقت پر غور فرمایئے کہ اس وقت دنیا میں بہت سی ایسی دیواریں موجود ہیں جنہیں ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار قرار دیا جارہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے مزاج کے مطابق اس کا محل وقوع متعین کر رہا ہے اس لئے یہاں سب سے پہلے قصص القرآن سے ان دیواروں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا جن کے بارے سد سکندری ہونے کا امکان موجود ہے پھر راجح قول اور اس کی وجوہ ترجیح ذکر کی جائیں گی چنانچہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

''تعیین سد سے پہلے یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ یاجوج و ماجوج کی تاخت و تاراج اور شر و فساد کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ ایک طرف ''کاکیشیا'' کے نیچے بسنے والے ان کے ظلم و ستم سے نالاں تھے تو دوسری جانب تبت اور چین کے باشندے بھی ان کی شمالی دستبرد سے محفوظ نہ تھے اس لئے صرف ایک ہی غرض کے لئے یعنی قبائل یاجوج و ماجوج کے شر و فساد اور لوٹ مار سے بچنے کے لئے مختلف تاریخی زمانوں میں متعدد ''سد'' تعمیر کی گئیں ان میں سے ایک ''سد'' وہ ہے جو ''دیوار چین'' کے نام سے مشہور ہے یہ دیوار تقریباً

ایک ہزار میل طویل ہے اس دیوار کو منگولی ''اتکودہ'' کہتے ہیں اور ترکی میں اس کا نام ''بوقورقہ'' ہے۔

دوسری سد وسط ایشیاء میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے اور اس کے محل وقوع کا نام دربند ہے یہ سد مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں موجود تھی اور شاہ روم کے ندیم خاص سیلا برجر جرمنی نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور اندلس کے بادشاہ کسٹیل کے قاصد کلا یجو نے بھی اپنے سفرنامہ میں کیا ہے یہ ۱۴۰۳ء میں اپنے بادشاہ کا سفیر ہو کر جب تیمور صاحب قران کی خدمت میں حاضر ہوا ہے تو اس جگہ سے گذرا ہے وہ لکھتا ہے کہ باب الحدید کی سد موصل کے اس راستے پر ہے جو سمرقند اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے۔

(جواہر القرآن ج۹ ص۱۹۸)

تیسری ''سد'' روسی علاقہ ''داغستان'' میں واقع ہے یہ بھی دربند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے اور بعض مورخین اس کو ''الباب'' بھی لکھ دیتے ہیں یاقوت حموی نے معجم البلدان میں، ادریسی نے جغرافیہ میں اور بستانی نے دائرہ المعارف میں اس کے حالات کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے۔

> ''داغستان میں دربند ایک روسی شہر ہے یہ شہر بحر خزر (کاسپین) غربی کے کنارے واقع ہے اس کا عرض البلد ۳-۴۳ شمالاً اور طول البلد ۱۵-۴۸ شرقاً ہے اور اس کو دربند انوشیرواں بھی کہتے ہیں اور باب الابواب کے نام سے بہت مشہور ہے اور اس کے اطراف وجوانب کو قدیم زمانہ سے چہار دیوار گھیرے ہوئے ہیں جن کو قدیم مورخین ابواب البانیہ کہتے آئے ہیں اور اب یہ خستہ حالت میں ہے اور اس کو باب الحدید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی سد کی دیواروں میں لوہے کے بڑے بڑے پھاٹک لگے ہوئے تھے''
>
> (دائرۃ المعارف ج۷ ص۶۵۱ معجم البلدان ج۸ ص۹)

اور جب اسی باب الابواب سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں

بڑھتے ہیں تو ایک درہ ملتا ہے جو''درہ داریال'' کے نام سے مشہور ہے اور یہ کاکیشیا کے بہت بلند حصوں سے گذرا ہے یہاں ایک چوتھی سد ہے جو''قفقاز'' یا جبل قوقایا جبل قاف کی سد کہلاتی ہے اور یہ سد دو پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہے، بستانی اس کے متعلق لکھتا ہے۔

''اور اس کے قریب ایک اور سد ہے جو غربی جانب بڑھتی چلی گئی ہے، غالباً اس کو اہل فارس نے شمالی بربروں سے حفاظت کی خاطر بنایا ہوگا کیونکہ اس کے بانی کا صحیح حال معلوم نہیں ہوسکا، بعض نے اس کی نسبت سکندر کی طرف کردی اور بعض نے کسریٰ و نوشیرواں کی جانب اور یاقوت کہتا ہے کہ یہ تانبا پگھلا کر اس سے تیار کی گئی ہے'' (دائرۃ المعارف ج۷ص۶۵۲)

اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بھی''دربند'' کے مقالہ میں اس آہنی دیوار کا حال قریب قریب اسی کے بیان کیا گیا ہے۔

چونکہ یہ سب دیواریں شمال ہی میں بنائی گئی ہیں اور ایک ہی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہیں اس لئے ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد کے تعین میں سخت اشکال پیدا ہو گیا ہے اور اسی لئے ہم مورخین میں اس مقام پر سخت اختلاف پاتے ہیں اور اس اختلاف نے ایک دلچسپ صورت اختیار کرلی ہے اس لئے کہ دربند کے نام سے دو مقامات کا ذکر آتا ہے اور دونوں مقامات میں سد یا دیوار بھی موجود ہے اور غرض بناء بھی ایک ہی نظر آتی ہے''

(قصص القرآن حصہ سوم ص۱۹۵ تا ص۱۹۷)

اس کے بعد ص۲۰۲ پر سد سکندری کا محل وقوع متعین کرتے ہوئے حضرت سیوہارویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''سد ذوالقرنین کے متعلق قرآن عزیز نے دو باتیں صاف صاف بیان کی ہیں، ایک یہ کہ وہ سد دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی ہے اور اس نے پہاڑوں کے درمیان اس ''درہ'' کو بند کردیا ہے جہاں سے ہو کر یاجوج ماجوج اس جانب کے بسنے والوں کو تنگ کرتے تھے۔

''حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلاً قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ''

''یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جن کی بات وہ پوری طرح نہیں سمجھتا تھا وہ کہنے لگے اے ذوالقرنین! بلاشبہ یاجوج ماجوج اس سرزمین میں فساد مچاتے ہیں''

دوسرے یہ کہ وہ سد چونے یا اینٹ گاڑے سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ لوہے کے ٹکڑوں سے تیار کی گئی ہے جس میں تانبا پگھلا ہوا شامل کیا گیا تھا۔

''اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَاراً قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا''

''میں تمہارے اور ان کے (یاجوج و ماجوج کے) درمیان ایک موٹی دیوار قائم کردوں گا، تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لیکر آ ؤ یہاں تک کہ پہاڑ کی دونوں پھانکوں (چوٹیوں) کے درمیان جب دیوار کو برابر کر دیا تو اس نے کہا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب دھونک کر اس کو آگ کر دیا کہا لاؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ کہ اس پر ڈالوں''

قرآن عزیز کی بتائی ہوئی ان دونوں صفات کو سامنے رکھ کر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ بغیر کسی تاویل کے ان کا مصداق کون سی ''سد'' ہوسکتی ہے اور کس سد پر یہ صفات ٹھیک صادق آتی ہیں۔

سب سے پہلے ہم اس سد پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو دربند (حصار) میں واقع ہے اس سد کے حالات ساتویں صدی کے ایک چینی سیاح نے ہی نہیں بیان کئے بلکہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں شاہ روم کے جرمنی مصاحب سیلا برجر اور ہسپانوی سفیر کلاچو نے بھی

پندرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس کا مشاہدہ کیا ہے اورانہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں آہنی پھاٹک لگے ہوئے ہیں مگر مورخین یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ سد (دیوار) پتھر اور اینٹ کی بنی ہوئی ہے اور آہنی دروازوں کے علاوہ دیوار کسی بھی جگہ لوہے اور تانبے سے بنی ہوئی نہیں ہے اور لوہے کے پھاٹکوں کی وجہ سے اس کو بھی اسی طرح ''درہ آہنی'' کہتے ہیں جس طرح در بند (بحرِ قزوین) کو درہ آہنی کہا جاتا ہے۔

نیز یہ دیوار جس طرح پہاڑوں کے درمیان میں چلی گئی ہے اسی طرح اس کا ایک حصہ سطح زمین پر بھی بنایا گیا ہے ایسا نہیں ہے کہ وہ صرف دو پہاڑوں کی پھانکوں (چوٹیوں) کے درمیان ہی میں قائم کی گئی ہو، پس اس دیوار کو ''سد ذوالقرنین'' کہنا قرآنی تصریحات کے قطعاً خلاف ہے اور غالباً اسی وجہ سے کسی ایک مورخ نے بھی (جو کہ) در بند حصار اور در بند بحرقزوین کے درمیان امتیاز کر سکے ہیں اس دیوار (سد) کو سد ذوالقرنین یا سد سکندری نہیں کہا''

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

''اس کے بعد دوسرا نمبر در بند (بحرقزوین) کی دیوار (سد) کو زیر بحث لانے کا ہے اس کے متعلق یہ تو معلوم ہو چکا کہ اس کو عرب باب الابواب اور الباب کہتے ہیں اور اہل فارس در بند اور درہ آہنی نام رکھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بڑی کثرت سے مورخین اس در بند کی دیوار (سد) کو ''سد سکندری'' کہتے چلے آئے ہیں مگر محققین یہ بھی کہتے چلے آئے ہیں کہ بانی کا صحیح حال معلوم نہیں ہے البتہ اس کو سد سکندری بھی کہہ دیتے ہیں اور '' کاکیشین دال'' (کاکیشیا کی دیوار) اور ''دیوار نوشیرواں'' بھی۔

لیکن ہم اس بحث کو موخر کرتے ہوئے کہ اس کے متعلق یہ اضطراب بیانی کیوں ہے؟ اس سد کو سد ذوالقرنین جب ہی مان سکتے ہیں کہ یہ قرآن عزیز کے بیان کردہ ہر دو صفات کے مطابق پوری اترے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس دیوار کے عرض وطول اور اس کے حجم کی تفصیلات دیتے ہوئے تمام مورخین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس دیوار کا بھی بہت بڑا حصہ سطح زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اور آگے بڑھ کر پہاڑ پر بھی بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی

مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ دیوار بعض جگہ دہری بھی ہے اور اس میں متعدد لوہے کے پھاٹک بھی ہیں جن میں سے بعض بعض پہاڑوں کے درمیان قائم ہیں اور پہاڑوں پر اس کے استحکامات بھی بہت ہیں تاہم یہ دیوار لوہے کے ٹکڑوں اور تانبے سے نہیں بنائی گئی بلکہ عام دیواروں کی طرح پتھر اور چونہ ہی سے بنائی گئی ہے پس اس کا بانی کوئی شخص بھی ہو اس دیوار کو سد ذوالقرنین کہنا کسی طرح صحیح نہیں''

اس سے آگے کی کہانی امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی زبانی سنیے اور سر دھنیے لیکن یہ یاد رہے کہ مولانا مرحوم ''سائرس'' کو ہی ذوالقرنین قرار دیتے ہیں اور اسی اعتبار سے انہوں نے اپنی عنان تحقیق کو موڑا ہے، فرماتے ہیں۔

''اب ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا صحیح محل کیا تھا اور موجودہ زمانے کے نقشے میں اسے کہاں ڈھونڈنا چاہئے؟ بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر ''در بند'' آباد ہے یہ ٹھیک اس مقام پر واقع ہے جہاں کا کیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے اس مقام پر قدیم زمانے سے ایک عریض وطویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تک مغرب میں چلی جاتی ہے اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں کیشیا کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بلند کر دیا ہے اور دوسری طرف پہاڑ کا وہ تمام حصہ بھی روک دیا ہے جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔

ساحل کی طرف یہ دیوار دہری ہے یعنی اگر آذر بائیجان سے ساحل ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تو پہلے ایک دیوار ملتی ہے جو سمندر سے برابر مغرب کی طرف چلی گئی ہے اس میں پہلے ایک دروازہ تھا، دروازے سے جب گذرتے تھے تو شہر در بند ملتا تھا اب یہ صورت

باقی نہیں رہی۔

دربند سے آگے پھر اسی طرح کی ایک دیوار ملتی ہے لیکن یہ دوہری دیوار صرف دو میل تک گئی ہے اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس پانچ سو گز ہے اور اسی پانچ سو گز کے عرض میں دربند آباد ہے اس دوہری دیوار کو ایرانی قدیم سے ''دوبارہ'' کہتے آئے ہیں یعنی دوہرا سلسلہ۔

یہ قطعی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے ساسانی عہد میں یہ مقام موجود تھا اور اسے ''دربند'' کہا جاتا تھا یعنی بند دروازہ کیونکہ مقدسی، ہمدانی، مسعودی، اصطخروی، یاقوت اور قزوینی وغیرہ تمام مسلمان مورخین اور جغرافیہ نویسوں نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے اور سب لکھتے ہیں کہ ساسانی عہد میں یہ مقام شمالی سرحد کا سب سے زیادہ اہم مقام تھا کیونکہ اسی راہ سے شمال کے حملہ آور ایران کی طرف بڑھ سکتے تھے، یہ ایرانی ممالک کی کنجی تھی، جس کے ہاتھ یہ کنجی آجاتی وہ پوری مملکت کا مالک ہو جاتا اسی لیے ضروری ہوا کہ اس کی حفاظت کا اس درجہ اہتمام کیا جائے۔

مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں جب یہ علاقہ فتح کیا تو ساسانیوں کی طرح انہوں نے بھی اس مقام کی اہمیت محسوس کی، وہ اسے باب الابواب اور الباب کے نام سے پکارنے لگے کیونکہ مملکت کیلئے یہی مقام شمالی دروازہ تھا اور یہ ان بہت سے دروازوں میں سے آخری دروازہ تھا جو اس دیوار کے طول میں بنائے گئے تھے، بعضوں نے اسے ''باب الترک'' اور ''باب الخزر'' کے نام سے بھی

پکارا ہے کیونکہ تاتاریوں اور تاتاری نسل کا کیشین قبیلوں کی آمد و رفت کی راہ یہی تھی۔

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کا کیشیا کے اندرونی حصوں میں اور آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور مقام ملتا ہے، جو درہ داریال PARIAL PASS کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ زمانے کے نقشے میں اس کا محل ولاڈی کیوکز VLADI KAUKHZ اور تفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصوں میں ہو کر گذرا ہے اور دور تک دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار موجود ہے اور ارمنی روایتوں میں اسے آہنی دروازہ کے نام سے پکارا گیا ہے''

(اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۰)

اس کے بعد اپنا فیصلہ سناتے ہوئے امام الہند تحریر فرماتے ہیں۔

''اب ایک سوال اور غور طلب ہے کہ ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درہ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار یا دونوں؟ قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا، اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا، اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کر برابر کر دیا اس نے پگھلا ہوا تانبہ استعمال کیا تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں۔

یہ پتھر کی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا طلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔

البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک قرآن کی تصریحات کے

مطابق ہے، یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے، اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کردی ہے چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں ''آہنی دروازہ'' کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے اسی کا ترجمہ ترکی میں ''دامر کپو'' مشہور ہو گیا بہرحال! ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے''۔　(اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج ص۱۱۴، ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ مولانا آزاد مرحوم کے مطابق کاکیشیا کے پہاڑی سلسلوں میں جو درہ ''درۂ داریال'' کے نام سے مشہور ہے یہی وہ آہنی دیوار ہے جو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں اور ممکنہ خطرات سے حفاظت کے پیش نظر تعمیر کی تھی اور قرآن کریم میں اسی کا ذکر ہے۔

اس نظریئے کی تائید میں حضرت سیوہارویؒ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے جو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں بھی درج کیا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

''خلیفہ واثق باللہ نے ایک مرتبہ اپنے دور خلافت میں اپنے ایک امیر کو ایک لشکر (اور ساز و سامان) کے ساتھ سد سکندری کی تحقیق کیلئے روانہ کیا تاکہ اسے دیکھ کر اس کے صحیح حالات بتائیں یہ لوگ منزلیں مارتے ایک شہر سے دوسرے شہر ہوتے ہوئے ملک ملک کی ٹھوکریں کھاتے اس دیوار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے جب اس دیوار کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوہے اور تانبے سے بنائی گئی ہے اس میں ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس پر بڑے بھاری قفل چڑھے ہوئے ہیں..........ان کا یہ سفر دو سال سے زیادہ مدت میں مکمل ہوا''۔　(ابن کثیر ج۳ ص۱۴۱)

ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر کسی صاحب کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ بھلا خلیفہ واثق باللہ کو اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے اور اس پر پیسہ خرچ

کرنے کا شوق کیوں چرایا؟ تو اس کا جواب ابن خرداد کی کتاب ''المسالک والممالک'' سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل واثق باللہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یاجوج ماجوج اس آہنی دیوار میں سوراخ کر کے اسے کھولنے پر قادر ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر اسے بڑی فکر لاحق ہوئی کیونکہ یاجوج ماجوج کا خروج تو علامات قیامت میں سے ہے اگر یہ نکل آتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت قریب آ لگی ہے اس لئے اس نے تحقیقاتی کمیشن کو متعین کیا۔

بہر حال! مولانا آزاد مرحوم کی تحقیق سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا کیشیا کے پہاڑی سلسلوں کے پیچھے درہ داریال کی وجہ سے قید ہیں اور ان کی بود و باش وہیں ہے، قرب قیامت میں وہ یہیں سے خروج کریں گے اور پوری زمین پر چھا جائیں گے۔

اعاذنا اللہ من فتنۃ یاجوج و ماجوج

کیا سد ذوالقرنین اب بھی موجود ہے؟

پوری دنیا میں اس وقت آلات جدیدہ کی ایجاد اور خوب سے خوب تر کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اس دوڑ میں شریک ہونے والے کسی فرد کو بھی اس بات کی پرواہ نہیں کہ آخر اس ترقی کی بھی کوئی انتہاء ہوگی یا نہیں؟ کیا یہ ترقی یونہی تدریجاً بڑھتی چلی جائے گی یا اس نے بھی کہیں جا کر دم توڑنا ہے؟ حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ اس ترقی کی آخری معراج وہ تنزل ہے جو انسان کو پھر اسی تیر و تفنگ اور خیل وابل کے دور میں پہنچا کر چھوڑے گا جہاں سے انسان بھاگا تھا۔

اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان اپنی تمام تر مادی طاقتوں کے ذریعے اس ربع مسکون کے متعلق جو معلومات حاصل کر سکا ہے، نامعلوم امور ان کی نسبت بہت زیادہ ہیں اور اس کا اعتراف ہم سمیت ان تمام افراد کو بھی ہے جو دین و مذہب سے بیگانہ و ناآشنا ہیں۔

اسی طرح اصول کی دنیا میں یہ ایک بہت مشہور ضابطہ ہے کہ عدم علم، علم عدم کو مستلزم نہیں یعنی کسی چیز کا علم نہ ہونے سے اس کی حقیقت ہی کا انکار کر دینا اور اس کے وجود ہی سے آنکھیں بند کر لینا یقیناً ناانصافی ہے اور کوئی بھی عقلمند آدمی اس بات پر اصرار نہیں کر سکتا کہ اسے جو چیز معلوم نہ ہو اس کا وجود بھی نہ ہو اور وہ حقائق کی دنیا سے بالکل دور ایک تصوراتی چیز ہو۔

اس تمہید کو قوت حافظہ میں محفوظ رکھ کر اب ذیل کی آیت پر غور فرمایئے۔

"قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا" (الکہف: ۹۸)

''ذوالقرنین کہنے لگا کہ یہ تو میرے پرودگار کی خاص الخاص مہربانی ہے (کہ اس نے تکمیل وتعمیر سد کی توفیق عطا فرمائی) اب جب میرے رب کا وعدہ آپہنچے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ مبنی برحق ہے''

ذوالقرنین کا یہ جملہ ''جو اللہ کے شکر سے بھرپور اور اپنی عاجزی کا مکمل اعتراف ہے'' اس وقت کا ہے جبکہ ذوالقرنین سد سکندری کی تعمیر سے فارغ ہو گئے اور گو کہ وہ ایک ایسی مضبوط دیوار تھی جس پر بھروسہ کر کے کہا جا سکتا تھا کہ اب تم لوگ بے فکر اور مطمئن ہو کر زندگی گذارو، اب یاجوج ماجوج سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں رہا لیکن ذوالقرنین نے اپنے اوپر فخر اور دیوار کی مضبوطی پر اعتماد کرنے کی بجائے ان کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ جب تک اللہ کو منظور ہے اس دیوار کی مضبوطی برقرار رہے گی اور یہ دیوار تمہارے لئے ایک رکاوٹ کا کام دیتی رہے گی لیکن جب اللہ کو منظور ہوا کہ اب اس دیوار کو باقی نہیں رہنا چاہئے تو اس کی صلابت اور مضبوطی امر ربی کے سامنے کچھ کام نہ آئے گی اور یہ مضبوط ترین دیوار بھی پاش پاش ہو کر رہ جائے گی نیز یہ بھی ذہن میں رکھو کہ یہ دیوار جو میں نے توفیق الٰہی سے تمہارے اور یاجوج ماجوج کے درمیان قائم کر دی ہے ہمیشہ نہیں رہے گی بلکہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب اس پر بھی فنا آ جائے گی اس لئے اس پر مکمل انحصار کر کے یاد خدا سے غافل نہ ہو جانا۔

آیت مذکورہ کے اس پس منظر کو پیش نظر رکھنے سے دو چیزیں قابل وضاحت محسوس ہوتی ہیں۔

۱۔ سد سکندری اس وقت تک موجود رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہوگا اور اللہ کا وعدہ نہ آ جائے گا۔

۲۔ سد سکندری ہمیشہ قائم نہیں رہے گی بلکہ اس پر بھی فناء آئے گی۔

اب اس بات میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ سد سکندری ہمیشہ قائم نہیں رہے گی بلکہ اس کا قیام و بقاء ''وعدہ رب'' پر موقوف ہے، لیکن اس ''وعدہ رب'' کی تعیین میں دو مختلف رائیں سامنے آتی ہیں چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، اپنی شہرہ آفاق کتاب تکملہ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں۔

''هذا كله على تقدير ان يفسر قول ذى القرنين ''حتى اذا جاء وعدربى جعله دكاء'' بان السدالذى بناه

لاینـدک الی قرب یوم القیمة ویحمل قوله "وعدربی" عـلـی یـوم الـقیمة لکن ذهب جماعة من العلماء الی ان ذلک لیـس مـراد الایة و انـما المراد مـن قـوله "وعد ربی" هو وقته الموعود، لا یوم القیمة"

(تکملہ فتح الملہم ج۶ص ۲۵۶)

''اس پوری بحث کی بنیاد یہ ہے کہ ذوالقرنین نے جو ''وعدربی'' کے الفاظ کہے ہیں ان کی تفسیر یہ کی جائے کہ اس کی تعمیر کردہ سدقرب قیامت تک ٹوٹنے والی نہیں اور ''وعدربی'' کو یوم قیامت پر محمول کیا جائے جبکہ علماء کرام کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ آیت مذکورہ کی یہ مراد نہیں بلکہ اس میں ''وعدربی'' سے اس کا مقررہ وقت مراد ہے، یوم قیامت نہیں''

اس سے معلوم ہوا کہ ''وعدرب'' کی مراد متعین کرنے میں دوقول ہیں۔

۱۔ اس سے مراد قیامت ہے۔

۲۔ اس سے مراد علم الٰہی میں مقررہ وقت ہے۔

اب اگر اس سے ''قیامت کا دن'' مراد لیا جائے کہ سد سکندری قیامت تک قائم رہے گی اور اس کا ٹوٹنا خروج یاجوج ماجوج کے وقت ہوگا تو مشاہدہ اور معاینہ اس کے خلاف ہے چنانچہ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں۔

"ثم ان سدذی القرنین قداندک الیوم" (فیض الباری ج۴ص ۲۳)

''ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد، اب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے''

پھر اس میں اس وقت اور بھی الجھن پیدا ہو جاتی ہے جب ترمذی شریف کی اس روایت پر نظر ڈالتے ہیں جو اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ آکر اس دیوار کو توڑتے ہیں جب تھوڑی سی رہ جاتی ہے تو آپس میں کہتے ہیں کہ اب اتنی سی تو رہ گئی ہے کل آکر اسے توڑ دیں گے لیکن اگلے دن جب واپس

آتے ہیں تو پھر وہ صحیح سالم ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سد سکندری اب تک اپنی اصلی حالت پر برقرار ہے۔

لیکن یہاں پھر ایک مشکل آپڑتی ہے کہ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ایک خواب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ خواب سے بیدار ہوئے تو فرمانے لگے۔

''ویل للعرب، من شر قد اقترب، فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل ھذہ''

(بخاری:۷۰۵۹، مسلم:۷۲۳۵، ترمذی:۲۱۸۷، ابن ماجہ:۳۹۵۳)

''اہل عرب کیلئے اس آنے والے شر میں ہلاکت ہے جو قریب آگیا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا بڑا سوراخ ہوگیا ہے''

گویا حدیث سے اسی بات کی تائید ہورہی ہے جس کے قائل علامہ انور شاہ کاشمیریؒ ہیں اور اس سے اتنی بات تو طے ہوجاتی ہے کہ ''وعدہ رب'' سے مراد قیامت یا قرب قیامت نہیں لیکن ترمذی کی روایت سے پیدا ہونے والی الجھن برقرار رہتی ہے جس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔　ترمذی شریف کی محولہ بالا روایت (جس کا مکمل مضمون عنقریب آئے گا انشاء اللہ) سند کے اعتبار سے بعض حضرات کے نزدیک منکر اور اجنبی ہے اس لئے اس پر کسی ضابطے کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

۲۔　مضمون کے اعتبار سے بھی اس روایت کو حضور ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کریم تو ''سد ذوالقرنین'' کے بارے یہ کہہ رہا ہے۔

''فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا''

(الکہف:۹۷)

''اب یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے''

۳۔ اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک نومسلم یہودی عالم کعب احبار کے پاس اٹھنا بیٹھنا بہت زیادہ تھا، ظاہر ہے کہ کعب احبار تورات وانجیل کی ان محرف اور ناقابل اعتبار باتوں کو بھول تو نہیں سکتے تھے جو قبل ازیں ان کے حافظے میں محفوظ تھیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے وہ باتیں ان لوگوں کے سامنے تو کم از کم بیان کی ہی ہوں گی جن کے پاس ان کا اٹھنا بیٹھنا ہو یا جن لوگوں کا ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہو، اب چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کعب احبار کی باہم مجالس خوب جمتی تھیں اس لئے عین ممکن ہے کہ کسی موقع پر کعب احبار نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کہی ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں کے سامنے یونہی اس بات کو ذکر کر دیا ہو بعد میں کسی صاحب نے یہ سمجھ کر "کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے" اپنے اجتہاد سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہو جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح کی ایک روایت کعب احبار سے بذات خود بھی منقول ہے جس سے یہ خیال مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ اسے حدیث قرار دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔

یہ تیسری رائے مشہور مفسر ومحدث حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ کی ہے جو انہوں نے تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱ پر تحریر فرمائی ہے جبکہ پہلی رائے امام ترمذی، امام احمد اور علامہ ابن کثیرؒ کی ہے اور دوسرا جواب بھی حافظ ابن کثیرؒ ہی کی تحریر سے ماخوذ ہے۔

یہاں تک کی گفتگو سے اتنی بات تو واضح ہو گئی کہ آیت قرآنی میں "وعد ربی" سے مراد قیامت یا قرب قیامت نہیں ہے اب رہی یہ بات کہ اگر "وعد ربی" سے مراد قیامت یا قرب قیامت نہیں بلکہ سد سکندری کے ٹوٹنے کا وہ مقررہ وقت مراد ہے جو علم الٰہی میں ازل سے طے شدہ ہے تو اس کا قرینہ کیا ہے؟ پھر اس "مقررہ وقت" سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ مقررہ وقت ابھی آئے گا یا آ چکا؟ پھر اگر وہ مقررہ وقت آ چکا تو کیا یاجوج ماجوج کا خروج ہو گیا یا نہیں؟

لیکن ان سوالات کے جوابات سے پہلے ذہن میں پیدا ہونے والی چند اور الجھنوں کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ ایک نکتہ کی صورت میں وہ بھی ذہن میں راسخ ہو سکیں۔

۱۔ اس موقع پر سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی صراحت کے بعد اس بات میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ سد سکندری کے ذریعے دو پہاڑوں کے درمیانی درے کو بند کیا گیا اور وہ ایک مضبوط ترین رکاوٹ بن گئی تاہم یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ ذوالقرنین کو گذرے ہوئے اتنا طویل عرصہ گذر گیا تو کیا یاجوج ماجوج اتنے بیوقوف ہیں کہ صرف اسی ایک راستے کو کھولنے کے درپے ہیں کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے کا انہیں خیال تک نہیں آتا؟

۲۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ان کے خروج کا راستہ صرف وہی درہ ہو جو ذوالقرنین نے بند کیا ہے؟ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے وہ باہر آسکیں؟

۳۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا وہ لوگ ضروریات زندگی سے بالکل ناآشنا ہیں؟ سد سکندری کو توڑنے کے علاوہ ان کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں ہے؟ وہ اپنے مقدر پر صبر شکر کر کے بیٹھ کیوں نہیں جاتے؟ دنیا کے جھنجھٹوں میں الجھ کر اس چیز کو بھول کیوں نہیں جاتے؟

تاریخ کے اوراق کھنگالنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یاجوج ماجوج کی تاخت و تاراج اور وحشیانہ حملوں کے بے شمار راستے تھے جن میں سے ''درہ داریال'' ایک آسان راستہ تھا لیکن وہ ان دوسرے راستوں کو بھی استعمال کرتے تھے اور جب یہ راستہ بند ہو گیا تو وہ دوسرے راستے استعمال کرنے لگے جیسا کہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

> ''جب کہ یاجوج و ماجوج صرف ایک اس درہ سے ہی نکل کر غارت گری نہیں کرتے تھے بلکہ کاکیشیا کے اس کونہ سے چین کے علاقہ منچوریا تک ان کے خروج کے بہت سے مقامات تھے پس اگر ان کے لئے سد ذوالقرنین نے درہ داریال کی راہ ہمیشہ کے لئے مسدود کر دی تھی تو دوسرے مقامات سے ان کا خروج کیوں نہیں ہو سکتا تھا'' (قصص القرآن سوم ص ۲۱۸)

رہی یہ بات کہ کیا یاجوج ماجوج کا کوئی اور مقصد زندگی نہیں ہے؟ تو اس سلسلے میں کوئی یقینی بات ان کے طرز زندگی، اصول معیشت و معاشرت اور گذر اوقات سے متعلق نہیں کہی جا سکتی تاہم قرآن کریم کی یہ آیت ہمیں کچھ اشارہ ضرور دے رہی ہے۔

''وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ'' (الکہف:۹۹)

''اور ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ اب وہ باہم ایک دوسرے سے موج در موج الجھتے رہیں گے''

اس سے معلوم ہوا کہ سد سکندری کی تعمیر سے قبل یاجوج ماجوج کا بیشتر وقت دوسروں پر غارت گری اور حملوں میں خرچ ہوتا تھا اور اپنی اسی طبعی افتاد کیوجہ سے وہ دوسرے راستے بھی استعمال کرتے رہے لیکن سد سکندری کی تعمیر کے بعد ان کا زیادہ تر وقت باہم دست و گریبان رہنے میں گذرنے لگا اور یوں نہ ختم ہونے والی ایک طویل خانہ جنگی کا آغاز ہوگیا ذرا دم لینے کا موقع ملا یا ذائقہ تبدیل کرنے کو جی چاہا تو کسی اور طرف نکل پڑے ورنہ اپنے قبائل کی تعداد کچھ کم نہیں۔

وقت موعود مراد لینے کا قرینہ:

یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ ذکر کی جاچکی ہے کہ ''وعد رب'' سے مراد سد سکندری ٹوٹنے کا مقررہ وقت ہے، اس کا سب سے زیادہ واضح اور اہم ترین قرینہ وہ روایت ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں آپ کی بصارت سے گذر چکی جس میں حضور ﷺ کا یہ خواب ذکر کیا گیا ہے کہ سد ذوالقرنین میں دو انگلیوں کی گولائی کے برابر سوراخ ہوگیا ہے یہ الگ بحث ہے کہ ''سوراخ'' سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث کا کیا مقصد ہے؟ عنقریب اس پر بھی بحث آیا چاہتی ہے لیکن یہاں ہمیں یہ ذکر کرنا ہے کہ اگر ''وعد رب'' سے مراد قیامت ہو تو پھر اس میں سوراخ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ بات واضح ہے کہ اگر کسی دیوار میں چھوٹا سا بھی سوراخ ہو جائے تو اسے توڑنا بہت آسان ہوتا ہے اس لئے لامحالہ یہاں ''وقت موعود'' ہی مراد لیا جائے گا۔

نیز اس کائناتی حقیقت کی بھی تردید نہیں کی جاسکتی کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط چیز میں بھی شکستگی آجاتی ہے اور پھر یہ کہ جب لوہے پر مسلسل بارش کا یا عام پانی پڑتا رہے تو لوہا گل جاتا ہے اس لئے اگر سد سکندری اپنی پرانی کیفیت پر باقی نہ رہی ہو یا بالکل ہی باقی نہ رہی ہو تو عقلی طور پر اسمیں کوئی اشکال نہیں بلکہ عقل کے لئے اسے تسلیم

کرنا زیادہ آسان ہے، باقی آیت قرآنی سے استدلال کا جواب دیا جا چکا۔

حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج کا مطلب؟

لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے یاجوج ماجوج کا تذکرہ دو مختلف سورتوں میں کیا ہے، سب سے پہلے سورہ کہف میں، پھر سورہ مبارکہ انبیاء میں اور ان دونوں کے مضامین جمع کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ''وعدرب'' سے مراد قیامت ہے کیونکہ سورہ انبیاء میں ارشاد ربانی ہے۔

''حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ'' (الانبیاء: ۹۶)

''یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے''

اس آیت کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یاجوج ماجوج ابھی کہیں بند پڑے ہوئے ہیں اور قیامت کے قریب انہیں کھول دیا جائے گا اور ایک عالمی فتنہ بپا ہو جائے گا، اب اگر سد سکندری ٹوٹ چکی ہے تو یاجوج ماجوج کا خروج اب تک کیوں نہیں ہوا؟

اس سوال سے بچنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور دوسرے بعض علماء نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ ساتویں صدی ہجری میں عالم اسلام پر جو تاتاری حملہ ہوا تھا اور اس نے پورے عالم اسلام میں تہلکہ مچا دیا تھا، بغداد ''جو کہ اس وقت تمام ممالک اسلامیہ کا دارالخلافہ تھا'' کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور تاتاری ایک بلائے بے درماں کی طرح مسلمانوں کو روندتے چلے گئے یہی وہ فتنہ تھا جسے قرآن کریم نے فتنہ یاجوج وماجوج قرار دیا ہے اس اعتبار سے سد سکندری بھی ٹوٹ چکی اور یاجوج ماجوج کا خروج بھی ہو چکا لیکن ظاہر ہے کہ اس پر وہ کوئی مضبوط دلیل پیش نہیں کر سکتے چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

''اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں اور بعض دوسرے علماء نے کتب سیرت میں اس امر کی کوشش کی

ہے کہ سورہ انبیاء کی ان آیات کا مصداق جن میں یاجوج و ماجوج کے موعود خروج کا ذکر کیا گیا ہے، ''حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ'' فتنہ تاتار کو بنا کر یہیں قصہ ختم کر دیں اور اس کا امارت ساعت و علامت قیامت سے کوئی تعلق باقی نہ رہنے دیں۔

مگر ہمارے نزدیک قرآن عزیز کا سیاق و سباق ان کی اس تفسیر یا توجیہہ کا قطعاً اباء اور انکار کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ ''سورۂ انبیاء'' میں اس واقعہ کو جس ترتیب سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا ھِیَ شَاخِصَۃٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ''

(الانبیاء:)

''اور مقرر ہو چکا ہے ہر ایک ایسی بستی پر کہ جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے کہ اس کے بسنے والے واپس نہ ہوں گے یہاں تک کہ کھول دیئے جائیں یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے امنڈ پڑیں اور قریب آ جائے سچا وعدہ پھر اسوقت حیرانی سے کھلی کی کھلی رہ جائیں آنکھوں منکروں کی اور کہیں ہائے ہماری بدبختی کہ ہم بے خبر رہے اس (قیامت) سے بلکہ ہم ظلم و شرارت میں سرشار رہے''۔

ان آیات میں آیت زیر بحث ''حتی اذا فتحت'' سے پہلی آیت میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ مرنے والوں کی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا وقت جن علامات و آیات ساتھ جوڑ دیا گیا ہے یا جن پر معلق

کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے تمام قبائل اپنی پوری طاقت کے ساتھ بیک وقت اپنے مراکز سے نکل کر تیزی سے تمام دنیا پر چھا جائیں اور اس سے متصل آیت میں مزید یہ کہا گیا کہ پھر اس کے بعد قیامت بپا ہو جائے گی اور تمام شخص اپنی زندگی کے نیک و بد انجام دیکھنے کے لئے میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے اور ناکام اپنی ناکامی پر حسرت ویاس کرتے رہ جائیں گے۔

پس آیت زیر بحث کے سیاق وسباق نے یہ بات بخوبی واضح کر دی کہ اس مقام پر یاجوج وماجوج کے ایک ایسے خروج کی اطلاع دی گئی ہے جس کے بعد شر ورفتن کا کوئی سلسلہ بلکہ دنیا کی ہستی کا کوئی سلسلہ باقی نہیں رہ جائے گا اور صرف قیامت بپا ہو جانے یعنی نفخ صور کی دیر باقی رہ جائے گی جو اس واقعہ کی تکمیل کے بعد عمل میں آجائے گی۔ (قصص القرآن سوم ص ٢٢٥، ٢٢٦)

اس لئے تا تاری فتنہ کو یاجوج ماجوج کا وہ خروج موعود نہیں قرار دیا جا سکتا جو قیامت کی بالکل آخری علامات میں سے ہے گو کہ بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ تا تاری حملہ بھی یاجوج ماجوج ہی کا پہلا خروج تھا اور اس طرح ان کا خروج متعدد مرتبہ ہوگا تا کہ آنکہ وہ وقت آجائے کہ دجال قتل ہو جائے اور حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہو جائے کہ اس وقت ان کا ایک بھر پور حملہ پوری دنیا پر ہوگا لیکن یاد رہے کہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں تا تاریوں ہی کو یاجوج ماجوج قرار دینے والوں کی سختی سے تردید کی ہے اور اس سلسلہ میں ان کی رائے بڑی واضح اور قابل قبول ہے، وہ فرماتے ہیں۔

”و یعلم مما تقدم و مماسیاتی انشاء الله تعالیٰ بطلان مایزعمه بعض الناس من انهم التاتار الذین اکثر وا الفساد فی البلاد و قتلوا الاخیار و الاشرار، و لعمری ان ذلک الزعم من الضلالة بمکان و ان کان بین

یاجوج و ماجوج و اولئک الکفرۃ مشابھۃ تامۃ لا تخفی علی الواقفین علی اخبار مایکون و ما کان ابطال مایزعمہ بعض الناس من انھم التاتار"

(روح المعانی ج۹ص۵۲،۵۳)

"گذشتہ اور آئندہ آنے والی گفتگو سے بعض لوگوں کے اس گمان فاسد کا بطلان بھی واضح ہوگیا کہ یاجوج ماجوج کا مصداق تاتاری ہیں جنہوں نے ملکوں میں خوب فساد پھیلایا اور ہر نیک و بد کو قتل کر ڈالا یقین کیجئے کہ یہ گمان بہت گمراہ کن ہے تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ یاجوج ماجوج اور ان کافر تاتاریوں کے درمیان مشابہت تامہ پائی جاتی ہے جو علامات قیامت اور پیشین گوئیوں سے واقفیت رکھنے والوں پر مخفی نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ جو لوگ تاتاریوں کو ہی یاجوج ماجوج سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال باطل ہے"

بات شروع ہوئی ہے تو اب سورۂ انبیاء کی محولہ بالا آیت کا وہ مطلب "جو واضح، اہل عرب کے محاورہ کے مطابق اور ذہن کو قبول ہو سکے" حضرت سیوہارویؒ کی عبارت میں ملاحظہ فرماتے جائیں۔

"اور سورۂ انبیاء میں خدائے تعالیٰ کے ارشاد "فتحت یاجوج و ماجوج" میں فتح سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سد توڑ کر نکل آئیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اس کثرت سے فوج در فوج نکل پڑیں گے گویا کہیں بند تھے اور آج کھول دیئے گئے ہیں۔

چنانچہ اہل عرب جب لفظ "فتح" کو جاندار اشیاء کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ کسی گوشہ میں الگ تھلگ پڑی ہوئی تھی اور اب اچانک نکل پڑی ہے اس لئے جب کوئی شخص کہتا ہے "فتح الجراد" تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ٹڈیاں کسی

جگہ بند تھیں اور اب انکو کھول دیا گیا ہے بلکہ یہ معنی مراد ہوتے ہیں کہ ٹڈی دل کسی پہاڑی گوشے میں الگ پڑا تھا کہ اب اچانک فوج در فوج باہر نکل پڑا۔

پس یہاں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ یاجوج و ماجوج جیسے عظیم الشان قبائل جو عرصہ سے بایں کثرت واژدہام دنیا کے ایک الگ گوشہ میں پڑے ہوئے تھے اس دن اس طرح امڈ آئیں گے گویا بند تھے اور اب اچانک کھول دیئے گئے'' (قصص القرآن سوم ص ۲۱۲)

اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت سیوہاروی اپنے قابل فخر استاذ حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کی اتباع میں یہ سمجھتے تھے کہ سد سکندری کا اندکاک، اس کی بقا کی نسبت اغلب ہے بالخصوص جبکہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تاتاری فتنہ یاجوج ماجوج کا پہلا خروج تھا نیز یہ کہ یورپی اور روسی اقوام ان ہی کی جدید اور تہذیب یافتہ شکل ہے۔

کیا یاجوج ماجوج کا خروج ایک ہی مرتبہ ہوگا؟

گوکہ مولف کو اس بات کا احساس ہے کہ موضوع حد سے باہر نکلتا اور پھیلتا جارہا ہے لیکن اس سوال کا جواب ضروری محسوس ہوتا ہے کیونکہ اس سلسلے میں ماضی قریب کی ایک مشہور علمی شخصیت، محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری ''جو دارالعلوم دیوبند کی آبرو، ہمارے استاذ الاساتذہ، میدان تحقیق کے صدر نشین اور ہمارے لئے انتہائی قابل صد احترام شخصیت ہیں'' کی ایک عبارت خاصی شبہ میں ڈالنے والی ہے، حضرت فرماتے ہیں۔

''فلهم خروج مرة بعد مرة، وقد خرجوا قبل ذلك ايضاً و افسدوا فى الارض بما يستعاذ منه، نعم يكون لهم الخروج الموعود فى آخر الزمان و ذلك اشدها''

(فیض الباری ج ۴ ص ۲۳)

''یاجوج ماجوج کا خروج (صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ) کئی مرتبہ ہوگا چنانچہ اس سے پہلے بھی وہ خروج کرکے زمین میں اتنا فساد

پھیلا چکے ہیں جس سے توبہ ہی بھلی البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ قرآن وحدیث میں ان کے جس خروج کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آخر زمانے میں ہوگا اور اس کی شدت سب سے زیادہ ہوگی''

اس عبارت کا واضح ترین مفہوم مندرجہ ذیل تین نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے،

۱۔ یاجوج ماجوج کا خروج متعدد مرتبہ ہوگا۔

۲۔ اب سے پہلے بھی یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے۔

۳۔ قیامت کے قریب ان کا سب سے خطرناک حملہ ہوگا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی، عملی، تحقیقی اور تاریخی شخصیت کی قد آوری اپنی جگہ مسلم اور مولف کے ان الفاظ سے بھی مترشح ہے جو وہ پیچھے لکھ آیا ہے لیکن دلیل کا مطالبہ کرنے والے شخصیت کو نہیں دیکھا کرتے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے بعد ان کے تلمیذ رشید حضرت سیوہارویؒ نے مذکورہ تین نکات میں سے پہلے نکتے پر کوئی مضبوط دلیل قرآن وحدیث سے پیش نہیں فرمائی اگر صرف پہلے ہی نکتہ پر کہ ''یاجوج ماجوج کا خروج متعدد مرتبہ ہوگا'' کوئی مضبوط اور ٹھوس دلیل مل جائے تو دوسرا نکتہ از خود ثابت ہو جائے گا، البتہ تیسرا نکتہ احادیث صحیحہ سے بڑی وضاحت کے ساتھ اور قرآنِ کریم کے اشارات سے سمجھ میں آجاتا ہے اس لئے اسے تسلیم ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ اپنے عقائد کا حصہ بھی بنایا جائے گا۔

اس وضاحت سے ان دونوں سوالوں کا جواب بھی مل گیا جن کا جواب مولف کے ذمے قرض تھا کہ خروج یاجوج ماجوج کا مقررہ وقت آچکا یا ابھی آئے گا؟ پھر اگر وہ وقت آچکا تو کیا یاجوج ماجوج کا خروج ہو گیا یا نہیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک دعوی اور دلیل:

آپ پڑھ آئے ہیں کہ بعض حضرات یورپی اور روسی اقوام کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات نے فتنہ تاتار ہی کو فتنہ یاجوج ماجوج قرار دیکر اس کا قصہ یہیں تمام کر دیا جس کا سب سے زیادہ فائدہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اٹھایا اور اس نے کہا کہ

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوں؟ تو جب یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول از خود ثابت ہو گیا اور اس وقت مسیحیت کا دعویٰ میں کر رہا ہوں لہٰذا ثابت ہو گیا کہ میں ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ **(العیاذ باللہ و لعنہ اللہ)**

ظاہر ہے کہ فتنہ تاتار کے وقت تو اس بیچارے کا وجود کہیں دور دور تک نہیں تھا اس لئے اس سے تو خاطر خواہ فائدہ اٹھانا ممکن نہیں البتہ یہ بات ضرور مفید ہو سکتی ہے کہ موجودہ انگریز بھی یاجوج ماجوج ہی ہیں اور وہ جدید سائنسی ایجادات کے ذریعے فتنہ بپا کر رہے ہیں اور وہ جنگ لڑ رہے ہیں جس کا قرآن وحدیث سے ثبوت ملتا ہے۔

اس سلسلے میں مدعی مسیحیت کے ذمے سب سے پہلے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ان صفات کو اپنے اندر ثابت کرنا ہے جو قرآن وحدیث کی تصریحات سے اظہر من الشمس ہیں اس کے بعد اسے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ کسی ایک علمی شخصیت کی تحقیق کو تحقیق کے طور پر قبول کرنا چاہئے یا جمہور مفسرین کی راجح تفسیر قرار دینا چاہئے؟ پھر یہ بھی خوب رہی کہ عیسیٰ تو آ گئے لیکن وہ دجال ''جسے قتل کرنا نزول عیسوی کا اولین مقصد اور ذمہ داری تھی'' کہیں ظاہر نہیں ہوا؟

نیز یہ سوال کرنے میں بھی مولف حق بجانب ہے کہ کیا جن حضرات نے انگریزوں کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے ان کے نزدیک صرف یہ ہی یاجوج ماجوج ہیں یا ان کے علاوہ اپنے آبائی مستقر میں بھی کچھ یاجوج ماجوج آباد ہیں؟ کیونکہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ حضرات بھی اس کلیئے سے متفق ہیں کہ یاجوج ماجوج کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے سابقہ مستقر میں موجود ہے اس اتفاق کی موجودگی میں کیا یہ بات ایک مضحکہ خیز صورت حال پیدا نہیں کر دے گی کہ نصف کے قریب یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے اور نصف کے قریب ابھی اپنے مستقر میں ہی ہیں، عنقریب ان کا خروج ہوگا؟ کیا مرزا صاحب اس پر کوئی دلیل پیش فرما سکیں گے؟

اسی طرح ایک سوال یہ بھی ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا نصف یاجوج ماجوج ''جن کا خروج انگریزوں کی صورت میں ہو چکا ہے'' فتنہ بپا کرنے کے لئے کافی ہیں یا بقیہ نصف کی

بھی ضرورت ہے؟ حالات بتاتے ہیں کہ یہ نصف ہی کافی سے زیادہ ہیں تو پھر بقیہ نصف تو بیکار ہوئے؟

یہ اور اس طرح کے بہت سے اشکالات مرزا صاحب کا دعوی تسلیم کرنے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں اور ویسے بھی مرزا صاحب کا کون سا دعویٰ ایسا ہے جو عقل کی کسی میزان پر پورا اتر سکا ہے اسی لئے انہیں کوئی بھی قبول کرنے کے لئے ''بشرطیکہ عقل وفطرت سلیمہ سے عاری نہ ہو'' تیار نہیں ہوتا۔

احادیث کی روشنی میں

تاریخی اعتبار سے یاجوج ماجوج، ذوالقرنین اور سد سکندری پر کسی قدر گفتگو قارئین نے ملاحظہ فرمائی اب ضروری ہے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں بھی اس تاریخ ساز فتنہ سے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے تاکہ وہ وعدہ بھی وفا ہو جائے جو اس سے قبل کیا گیا تھا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ بات مدنظر رہے کہ کعب احبار ''جو پہلے یہودی تھے اور اہل کتاب میں ایک بہت بڑے عالم کے طور پر ان کی شناخت تھی، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے اسلام قبول کیا'' سے اس مضمون کی بہت سی اسرائیلیات منقول ہیں لیکن ان پر اعتماد کر کے انہیں نقل نہیں کیا جا رہا کیونکہ اس میں افسانوی داستان طرازی بہت غالب ہے، حقائق کی دنیا سے وہ بہت بعید چیزیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ یاجوج ماجوج کے کان اتنے بڑے ہیں کہ وہ ایک کو بچھاتے ہیں اور دوسرے کو اوڑھ کر سو جاتے ہیں، کھانے پر آتے ہیں تو ہاتھی اور خنزیر تک بلکہ اپنے مُردوں تک کو کھا جاتے ہیں یہ اور اس طرح کی بہت سی داستانوں کو ذکر کرنے سے ہم نے اپنے دامن کو بچایا ہے اور اگر کہیں ایسی چیزوں کا تذکرہ آیا بھی ہے تو اس کے ضعف کو ظاہر کرنے کے لئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح اور قابل اعتبار ذخیرہ روایات سے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات ہمیں مل سکی ہیں ذیل میں اس کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے اس کے بعد اسی ترتیب سے ان احادیث مبارکہ کا متن، ترجمہ اور بقدر ضرورت تشریح نقل کی جائے گی۔

نمبر شمار	اسم گرامی	حوالہ
۱	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	بخاری (۷۰۵۹) مسلم (۷۲۳۵) ترمذی (۲۱۸۷) ابن ماجہ (۳۹۵۳)
۲	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بخاری (۷۱۳۶) ترمذی (۳۱۵۳) مسند احمد (۱۰۶۴۰) ابن ماجہ (۴۰۸۰)
۳	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بخاری (۱۵۹۳) مسلم (۵۳۲)، مسند احمد (۱۱۳۰۴) ابن ماجہ (۴۰۷۹)
۴	حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مسلم (۷۲۸۵) ابن ماجہ (۴۰۵۵)، ابوداؤد (۴۳۱۱) ترمذی (۲۱۸۳) مسند احمد (۱۶۲۴۰)
۵	حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مسلم (۷۳۷۳) ترمذی (۲۲۴۰) ابن ماجہ (۴۰۷۵) مسند احمد (۷۷۷۹)
۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ابن ماجہ (۷۰۸۱) مسند احمد (۳۵۵۶) الفتن (ص ۳۵۲)
۷	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	الفتن ص ۳۵۳
۸	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	الفتن ص ۳۵۲
۹	حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	الفتن ص ۳۴۷
۱۰	رجل من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	روح المعانی ج ۹ ص ۱۱۰
۱۱	حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	الفتن ص ۳۴۸

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی روایت:

"عن زینب بنت جحش انها قالت: استیقظ النبی ﷺ من النوم محمرا وجهه وهو یقول: لا اله الا الله ویل للعرب، من شر قد اقترب، فتح الیوم من ردم یاجوج و

ماجوج مثل هذه و عقد سفيان تسعين او مائة، قيل: انهلك و فينا الصالحون؟ قال: نعم اذا كثر الخبث"

(البخاری: ۷۰۵۹، مسلم: ۷۲۳۵، ترمذی: ۲۱۸۷، ابن ماجہ، ۳۹۵۳)

''حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپکا چہرہ مبارک سرخ ہورہا تھا اور آپکی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے لا الہ الا اللہ، اہل عرب کے لئے قریب آنے والے شر میں بڑی ہلاکت ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا بڑا سوراخ ہوگیا ہے اور سفیان نے انگلی بند کرکے دکھائی، کسی نے پوچھا کہ نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی کیا ہم ہلاک ہوسکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! جب گندگی بڑھ جائے''۔

فائدہ:

سلسلہ یاجوج ماجوج کی تمام روایات میں سب سے زیادہ اسی حدیث پر بحث ہوئی ہے اور علماء کرام نے اس کی مراد متعین کرنے میں اپنے اپنے ذوق کے مطابق کلام کیا ہے قارئین کی سہولت کے لئے مولف اسی حدیث کو دو حصوں پر تقسیم کرتا ہے پہلے حصے میں اس کی سند پر کچھ علمی بحث کی جائے گی اور دوسرے حصے میں اس کا متن زیر بحث آئے گا۔

سند حدیث:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت ''جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ جیسی اہم کتابوں میں منقول ہے'' کی سند میں سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ اس کی سند میں بیک وقت چار عورتیں جمع ہوگئی ہیں۔

۱۔ زینب بنت ابی سلمی

۲۔ حبیبہ

۳۔ ام حبیبہ

۴۔ زینب بنت جحش

اور ہر پہلی عورت نے دوسری عورت سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ان میں سے پہلی دونوں عورتیں حضور ﷺ کی ربیباؤں سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری دونوں ازواج مطہرات میں سے ہیں۔

اور یہی چیز اس حدیث میں حافظ ابن کثیرؒ کو کھٹکتی ہے کہ ایک ہی سند میں چار عورتیں اکٹھی ہو رہی ہیں، جو آپس میں رشتہ دار بھی ہیں اور ان کی عبارت سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند پر انہیں اطمینان نہیں گو کہ صراحتہً وہ اس پر کوئی حکم اس لئے نہیں لگا سکے کہ امام المحدثین اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے اس کی تخریج کی ہے، اس سلسلے میں علامہ ابن کثیرؒ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

''ھذا حدیث صحیح اتفق البخاری و مسلم علی اخراجہ من حدیث الزھری و لکن سقط فی روایۃ البخاری ذکر حبیبۃ و اثبتھا مسلم، و فیہ اشیاء عزیزۃ قلیلۃ نادرۃ الوقوع فی صناعۃ الاسناد، منھا روایۃ الزھری عن عروۃ و ھما تابعیان، و منھا اجتماع اربع نسوۃ فی سندہ، کلھن یروی بعضھن عن بعض ثم کل منھن صحابیۃ، ثم ثنتان ربیبتان، و ثنتان زوجتان رضی اللہ عنھن'' (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۲)

''امام زہریؒ کے حوالہ سے اس روایت کی تخریج میں بخاری اور مسلم اگرچہ متفق ہیں اور یہ روایت صحیح ہے لیکن بخاری کی روایت میں حبیبہ کا ذکر نہیں جبکہ امام مسلم نے اسے ذکر کیا ہے اسی طرح اس حدیث کی سند میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو صناعت اسناد میں بہت کم وقوع پذیر ہوتی ہیں مثلاً امام زہری کا عروہ سے روایت کرنا باوجودیکہ یہ دونوں تابعی ہیں اسی طرح سند حدیث میں چار عورتوں کا

اکٹھا ہو جانا جو ایک دوسرے سے اس حدیث کو نقل کر رہی ہیں پھر یہ کہ سب کی سب صحابیہ ہیں، دو حضور ﷺ کی ربیبہ ہیں اور دو ازواج مطہرات میں سے ہیں''۔

اگر علامہ ابن کثیرؒ اس عبارت سے سند حدیث پر اعتراض کرنا چاہتے ہیں تو پھر تحقیقی بات یہ ہے کہ

۱۔ یہ روایت بخاری اور مسلم کے علاوہ ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے۔

۲۔ سند حدیث میں چار خواتین کا ذکر صرف مسلم ہی میں نہیں بلکہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں بھی ہے۔

۳۔ یہ روایت امام بخاریؒ نے چار مختلف مقامات پر نقل کی ہے اور چاروں میں وہی سند ہے جس میں دو تابعی اور چار صحابیہ عورتیں ہیں۔

۴۔ امام مسلمؒ نے یہ روایت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے چار سندوں سے نقل کی ہے جن میں سے صرف ایک سند میں چار صحابیہ عورتوں کا ذکر ہے باقی تین سندوں میں انہوں نے بھی تین ہی کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ یہ روایت صرف حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کی سند بالکل مختلف ہے۔

اس لئے سنداً اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور اگر علامہ ابن کثیرؒ اس سے سند کی اہمیت واضح کرنا چاہتے ہیں تو اس سے کہیں آسان اور سہل عبارت یہ ہے۔

''فاجتمعت فی هذا الا سناد لطائف: الاول ان فيه اربعة من النساء الصحابيات تروی احد اهن عن الاخری، و الثانی: ان زينب بنت ام سلمة و حبيبة بنت عبيد الله كلتاهما ربيبتان للنبی ﷺ وام حبيبة و زينب بنت جحش كلتا هما زوجتان له ﷺ و الثالث: ان حبيبة تروی هذا الحديث عن امها عن عمتها، لان زينب بنت

جحش اخت لا بیها عبیدالله بن جحش، وقد جمع الحافظ عبدالغنی بن سعید الازدی جزءً ا فی الاحادیث المسلسلة باربعة من الصحابة و جملة مافیه اربعة احادیث،و بلغها الحافظ عبدالقادر الرهاوی و الحافظ یوسف ابن خلیل الی تسعة احادیث، و اصحها حدیث الباب، کذافی فتح الباری. (تکملہ فتح الملھم ج۶ص۲۵۹)

اس عبارت سے سند حدیث کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے اور الفاظ بھی طبیعت پر بوجھ نہیں بنتے، خلاصہ کلام یہ کہ سند کے اعتبار سے اس حدیث پر کوئی انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ ''اصح الحدیث'' ہے، اب متن حدیث کی وضاحت قابل غور ہے تا کہ مضمون حدیث اچھی طرح واضح ہو جائے۔

مضمون حدیث:

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ روایت کا مضمون سمجھنے سے پہلے مندرجہ ذیل نکات پردہ ذہن پر محفوظ کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب حجت ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا ویسے ہی ضروری ہوتا ہے جیسے بیداری میں آنے والی وحی واجب العمل ہوتی ہے نیز وہ خواب ''جس پر کروڑوں انسانوں کی بیداری قربان ہو جائے'' اسی طرح سچا ہوتا ہے جیسے بیداری میں آنے والی وحی سچی ہوتی ہے۔

۲۔ قرآن وحدیث میں اس چیز کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ بولے گئے الفاظ سے کسی خاص چیز کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہوتا ہے، الفاظ کا لغوی جامہ ان پر چڑھانا مقصود نہیں ہوتا اور چونکہ مخاطب سے اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ وہ بات کی گہرائی تک پہنچ گیا ہوگا اس لئے الفاظ کی مراد متعین کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔

۳۔ حدیث کے دو جملے اور ان کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اب قابل غور بات یہ ہے کہ ان دونوں جملوں کا آپس میں کوئی ربط ہے یا نہیں؟ اس بات کو طے کرنے کے لئے

ہم قصص القرآن کی عبارت ''جو اس مسئلہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے'' پیش کررہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

''ان دونوں مسئلوں کے متعلق اہل تحقیق کی رائے مختلف ہے اور چونکہ اس رویاء صادقہ کی تعبیر خود ذات اقدس ﷺ سے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے بسند صحیح منقول نہیں ہے اس لیے محدثین اور ارباب سیر نے یہ کوشش فرمائی ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق کو تقریبی طور پر متعین فرمائیں''۔

شیخ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ ''ویل للعرب'' کے جملہ میں ان شرور وفتن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو آپؐ کی وفات کے بعد ہی امت میں رونما ہونے شروع ہوگئے اور جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں سب سے پہلے عرب (قریشی حکومت) کی طاقت کا خاتمہ ہوگیا اور جن کی ہلاکتوں کا پہلا شکار اہل عرب ہی ہوئے اور بعد میں ان کا اثر تمام امت مرحومہ پر پڑا۔

اور ردم (سد) میں انگلی اور انگوٹھے کے بنائے ہوئے حلقہ کی مقدار رخنہ پیدا ہوجانے کا ذکر تقریبی ہے یعنی یہ مقصد نہیں ہے کہ واقعی اتنا چھوٹا سا رخنہ پڑ گیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سد ذوالقرنین کے استحکامات کی مدت ختم ہوگئی اور اب اس میں رخنہ پڑنے کی ابتداء ہوچکی ہے گویا اب وہ آہستہ آہستہ شکست وریخت ہوجائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۲۳۵)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی قریب قریب یہی فرماتے ہیں، لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو رویاء صادقہ کے بعد قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی شکل میں ظاہر ہوا اور پھر متواتر فتن اور شرور کا سلسلہ جاری ہوگیا جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب (قریشی حکومت) تمام اقوام کے لیے ایسے ہوگئے جیسا کہ کھانے کے پیالہ پر کھانے والے جمع ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں اس تشبیہ کا ذکر بھی موجود ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا،

''وہ زمانہ قریب ہے کہ تم پر قومیں اس طرح ایک دوسرے کو دعوت دیں گی جس طرح کھانے کے بڑے پیالہ پر کھانے والے ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں''

(فتح الباری ج ۱۳ص ۹۱)

قرطبی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے مخاطب عرب ہی ہیں اور رخنۂ سد کے متعلق دونوں محدثین کا رجحان اسی جانب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حقیقی رخنہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک تشبیہ ہے۔

ان ہر دو محدثین کی تفصیلات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ''ویل للعرب'' والا جملہ شرور وفتن سے متعلق ہے اور ''فتح ردم'' کے جملہ میں ایک ہی بات بیان کی گئی ہے۔ اور یہ دونوں جملے اس طرح آپس میں مربوط ہیں کہ دونوں کو ایک ہی حادثہ سے متعلق سمجھا جائے۔

اور حافظ عماد الدین بن کثیر اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن رائے نہیں رکھتے اور متردد ہیں کہ زیر بحث حدیث ''فتح من روم یاجوج و ماجوج'' میں فتح سے حقیقی فتح (کھل جانا) مراد ہے یا استعارہ ہے کسی آئندہ ایسے حادثہ سے جو یاجوج و ماجوج کے ہاتھوں پیش آنے والا ہے اور جس کا اثر براہ راست عرب (حکومت قریش) پر پڑے گا لیکن کرمانی شارح بخاری بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس پوری حدیث کو ایک ہی معاملہ سے متعلق سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میں یاجوج و ماجوج کے ایسے حادثہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کا ظہور قیامت کی علامت سے جدا درمیانی وقفہ میں پیش آنے والا ہے اور جو باعث ہوگا عرب کے زوال کا اور ''فتح ردم'' استعارہ ہے اس بات سے کہ جو حادثہ آئندہ رونما ہونے والا ہے اس کی ابتداء ہوگئی ہے اور یہ وہ حادثہ تھا جو مستعصم باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ میں ''فتنہ تاتار'' کے نام سے برپا ہوا اور جس نے عرب طاقت کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔　(عمدۃ القاری ج۱۱)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج قبائل کی اس تاخت و تاراج کے بعد جس کا ذکر ذوالقرنین کے واقعہ کے ضمن میں آیا ہے تاریخ میں ان قبائل کا پھر کوئی یادگار حملہ مذکور نہیں ہے۔

البتہ ساتویں صدی عیسوی میں ان کے لیے ذوالقرنین کی یہ روک بیکار ہوگئی اور انہوں نے بحر خزر اور بحر اسود کے اس درہ کے علاوہ جو ان پر بند کر دیا گیا تھا بحیرۂ یورال اور بحر خزر کا درمیانی راستہ پا لیا، نیز ادھر سد ذوالقرنین کے استحکامات میں بھی فرق آنا شروع

ہو گیا تھا اور اس طرح ذوالقرنین کے بعد اب یاجوج وماجوج کے ایک نئے فتنہ کا آغاز ہو چلا تھا اور صدیوں سے ان خاموش قبائل فتنہ جو میں پھر حرکت شروع ہوگئی تھی۔

لہٰذا نبی اکرم ﷺ کو رویاء صادقہ میں یہ دکھا دیا گیا کہ اگر چہ ابھی وقت دور ہے جبکہ قیامت کے قریب تمام قبائل یاجوج وماجوج عالم انسانیت پر چھا جائیں گے لیکن وہ وقت قریب ہے جبکہ ذوالقرنین کے بعد ان کا ایک اہم خروج پھر ہوگا اور وہ عرب کی طاقت اور فرمانروائی کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور اسی خروج کو اس طرح حسی طور پر دکھایا گیا کہ گویا (سد) دیوار میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہو گیا ہے اور آہستہ آہستہ وہ دیوار گر کر منہدم ہو جانے والی ہے۔

چنانچہ زمانہ نبوی میں یہ وہ وقت تھا کہ ان قبائل میں سے چند منگولین قبائل نے اپنے مرکز سے نکل کر قرب وجوار میں پھیلنا اور چھوٹے چھوٹے حملے کرنا شروع کر دیا تھا اور آخر کار چھٹی صدی ہجری میں چنگیز خاں ان کا قائد بن گیا اور اس نے منتشر قبائل کو ایک جگہ جمع کرنا شروع کیا اور پھر اس کے بیٹے اوکتائی خاں نے ایک بے پناہ طاقت کے ساتھ اٹھ کر مغرب وجنوب پر حملہ کر دیا اور ۶۸۶ھ میں آخر ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی عرب خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور اس نے ''خلافت عربیہ'' کو تہ وبالا کر ڈالا۔

تو یوں سمجھئے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس خود علامات قیامت میں سے سب سے بڑی علامت ہے یعنی آپؐ خاتم النبیین ہیں اور پھر بھی قیامت کے وقت میں اور ذات اقدس میں کافی غیر متعین فاصلہ ہے اسی طرح یہ فتنہ تاتار بھی علامت قیامت ''خروج یاجوج وماجوج'' کا ایک ابتدائی نشان ہے اور جس طرح خروج دجال وقتل دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی قریبی علامات ہیں اسی طرح سورۂ انبیاء میں ذکر کردہ خروج یاجوج وماجوج بھی علامات قیامت میں سے قریبی اور آخری علامت یا آخری شرط ہے پس ''فتح ردم'' میں ان کی ابتدائی حرکت کی جانب اشارہ ہے جو رویائے صادقہ کے وقت شروع ہو چکی تھی اور ''ویل للعرب'' سے اس نتیجہ کا اظہار ہے جو عرب حکومت کے خاتمہ پر منتج ہوا ہے۔

لیکن شیخ بدرالدین عینیؒ نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں کرمانی کے بیان کردہ اس

قول کی تردید کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاتاری فتنہ کا بانی چنگیز خاں اور اس کا بیٹا ہلاکو خاں تھا اور ان کو یاجوج و ماجوج میں سے سمجھنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس حدیث کا مصداق اس فتنہ کو قرار دینا بھی غلط ہے بہر حال حدیث ''ویل للعرب'' کی ان مختلف توجیہات سے جب کہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس روایت کے مصداق کا تعین خود حدیث سے نہیں ہوتا بلکہ محدثین نے قرائن اور الفاظ حدیث کی نشست کو پیش نظر رکھ کر اپنی جانب سے مصداق متعین کرنے کی سعی فرمائی ہے اور پھر اس میں بھی اختلاف رائے رہا ہے تو اب ان ہی کے بتائے ہوئے اصول کو سامنے رکھ کر ہم بھی کچھ کہنے اور حدیث زیر بحث کے مقصد کو متعین کرنے کا حق رکھتے ہیں، اگر چہ دوسرے اقوال کی طرح وہ بھی غیر منصوص اور قابل رد وقبول ہوگا۔

حدیث زیر بحث میں مستقبل میں پیش آنے والے جس فتنہ اور شر کی خبر دی گئی ہے اس کے دو جملے بہت اہم ہیں ایک ''**ویل للعرب من شر قدا قترب**'' عرب کے لیے ہلاکت ہے اس شر سے جو بلاشبہ قریب آ لگا ہے اور دوسرا ''**فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج و حلق تسعین**'' آج کے دن یاجوج وماجوج کی سد سے انگوٹھے اور انگلی کے گول دائرہ کی مقدار میں کھول دیا گیا ہے'' اور ان ہر دو جملوں کے درمیان واو عطف بھی نہیں ہے۔

لہٰذا الفاظ حدیث پر کافی غور وخوض کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں مسطورہ بالا ہر دو اقوال کی گنجائش ہے۔ یعنی حدیث کا پہلا جملہ یہ پتہ دیتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک ایسے اہم شر کی اطلاع دے رہے ہیں جس کا اثر یہ ہوگا کہ عرب کے لیے سخت ہلاکت کا سامنا ہوگا اور ''خلافت قریش'' زوال پذیر ہوجائے گی۔

اور دوسرا جملہ یا پہلے جملہ کی تائید میں پیش کیا گیا ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس امت میں جو اہم فتنے بپا ہونے والے ہیں اور جن کا ابتدائی اثر عرب کی ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ ان فتنوں کے رونما ہونے کے لیے حسی علامت اس طرح سامنے آ گئی ہے کہ یاجوج و ماجوج پر بنائی ہوئی مستحکم سد ذوالقرنین میں رخنہ پڑنا شروع ہوگیا اور اس کی شکست وریخت ہونے لگی۔ گویا یہ رخنہ آئندہ اسلامی طاقت یا عرب طاقت میں جلد رخنہ پڑ جانے کے لیے

ایک علامت ہے۔ چنانچہ یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہو کر مختلف فتنوں کے بعد چند صدیوں میں قریشی حکومت کی ہلاکت وتباہی پر جا کر ٹھہرا اور اس طرح حدیث کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

پس اس شکل میں ''فتح ردم'' آئندہ فتنوں اور شروں کے پیش آنے کی ایک علامت ہے جو امت اسلامیہ میں بپا ہو کر قرب قیامت میں موعود خروج یاجوج وماجوج پر جا کر ختم ہو جائیں گے اور اس کے بعد دنیا کے درہم وبرہم ہو جانے سے قیامت واقع ہو جائے گی۔

یا یوں کہیے کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کی صرف تائید ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تفسیر ہے اور پہلا جملہ درحقیقت نتیجہ اور ثمرہ ہے دوسرے جملہ کا، اور مطلب یہ ہے کہ عرب (قریشی حکومت) کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا، گویا یاجوج و ماجوج کا وہ بند جو ذوالقرنین نے بہت مستحکم باندھا تھا اس میں اب رخنہ پڑ گیا اور معنیً اس میں شکست وریخت شروع ہوگئی اور یہ تمہید ہے اس فتنہ کی جو اسی جانب سے اٹھے گا اور قریشی حکومت کا خاتمہ کردے گا۔

پس اس تعبیر کے لحاظ سے تاتاری فتنہ کی وہ تاریخ سامنے لائی جائے گی جو گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے اور جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح حدیث کی بیان کردہ پیش گوئی کے مطابق اس فتنہ کی ابتداء دور رسالت سے شروع ہوگئی تھی اور پھر کس طرح وہ خلیفہ عباسی مستعصم باللہ کے دور حکومت میں قریشی حکومت کے استیصال کا باعث ہوئی۔

پس اگر ان دونوں جملوں کے درمیان جو ربط اور تعلق ہے اس میں اس قدر وسعت تسلیم کر لی جائے کہ وہ محدثین کی بتائی ہوئی توجیہہ یعنی اہم شرور وفتن کا شیوع اور کرمانی کا بیان کردہ ایک قول کے مطابق توجیہ ''یعنی فتنہ تاتار کا وجود'' ان دونوں توجیہات کو حاوی ہو سکے تو ایسا تسلیم کر لینے میں نہ شرعی قباحت لازم آتی ہے اور نہ تاریخی اور زیر بحث حدیث کا مصداق بہت زیادہ فہم کے قریب آ جاتا ہے۔ (قصص القرآن سوم ص۲۲۰ تا ۲۲۴)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت:

(۱) عن ابی هريرة عن النبی ﷺ فی السد قال: يحفرونه كل يوم حتى اذا كادوا يخرقونه قال الذی عليهم:

ارجعوا فستخرقونه غدا، قال: فيعيده الله كا مثل ماكان حتى اذا بلغ مدتهم واراد الله ان يبعثهم على الناس قال الذى عليهم: ارجعوا فستخرقونه غدا ان شاء الله و استثنى، قال: فيرجعون فيجدونه كهئيته حين تركوه فيخرقونه و يخرجون على الناس فيستقون المياه و يفر الناس منهم فيرمون بسها مهم الى السماء فترجع مخضبة بالدماء فيقولون قهرنا من فى الارض و علونا من فى السماء۔ قسوة وعلوا ۔ فيبعث الله عليهم نغفا فى اقفائهم فيهلكون. قال: فوالذى نفس محمد بيده ان دواب الارض تسمن و تبطر و تشكر شكرا من لحومهم" (ترمذی،۳۱۵۳،ابن ماجہ:۴۰۸۰،مسند احمد:۱۰٦٤۰)

"سد سکندری کے بارے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یاجوج ماجوج اس سد کو روزانہ کھودتے ہیں اور کھودتے کھودتے جب وہ دیوار ٹوٹنے کے قریب ہو جاتی ہے (اور سورج غروب ہونے لگتا ہے تو رات اور اندھیرا ہونے کی وجہ سے) ان کا سردار کہتا ہے بس اب واپس چلو، کل تم اسے مکمل توڑ دو گے لیکن اللہ تعالیٰ اسے پھر ویسا ہی کر دیتے ہیں۔

حتی کہ جب ان کا وقت موعود آ پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوگا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے تو ان کے سردار کی زبان سے یہ جملہ نکلے گا بس اب واپس چلو کل تم اسے "انشاء اللہ" مکمل توڑ دو گے اس استثناء کیوجہ سے جب وہ لوگ اگلے دن لوٹ کر آئیں گے تو اسے اسی حال پر پائیں گے جس پر اسے چھوڑ کر گئے تھے۔

چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر نکل آئیں گے اور زمین کا سارا پانی

پی جائیں گے اور لوگ ان سے ڈر کر بھاگ جائیں گے اس کے بعد یاجوج ماجوج آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جو خون سے رنگین کر کے ان پر واپس لوٹا دیئے جائیں گے یہ دیکھ کر وہ کہیں گے کہ ہم زمین اور آسمان کی ساری مخلوقات پر غالب آگئے اس پر اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں گدی کے پاس ایک کیڑا مسلط کر دیں گے جس سے یہ ہلاک ہو جائیں گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ یاجوج ماجوج کا گوشت کھا کھا کر زمین کے کیڑے بھی موٹے اور بھاری بھرکم ہو جائیں گے''۔

فائدہ:

ضمنی طور پر تو اس حدیث کے سلسلے میں پہلے بھی کچھ معروض ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سنداً ومتناً بھی اس روایت پر اعتراض ہے اور یہ بھی کہ راوی کی غلط فہمی کیوجہ سے اس روایت کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے لیکن یہاں اس پر کچھ تفصیلی بات کر لینا موقع کے مطابق ہی ہے۔

سند کے اعتبار سے جن حضرات نے اس روایت پر کچھ لے دے کی ہے، اس کی بنیاد امام ترمذیؒ کا یہ جملہ ہے۔

"ھذا حدیث حسن غریب انما نعرفه من ھذا الوجه مثل ھذا"

لیکن مولف سمجھتا ہے کہ صرف امام ترمذیؒ کا یہ جملہ اس حدیث کو قبول کرنے کے لئے وجہ اعتراض نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حدیث صرف اسی ایک سند سے مروی نہیں جو امام ترمذیؒ کی سند ہے بلکہ سنن ابن ماجہ میں اس کی سند کچھ اور ہے اور مسند احمد میں اس کی سند کچھ اور ہے اس لئے اگر ترمذی کی سند پر اعتراض وارد ہوتا بھی ہو تب بھی سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی سند بے غبار ہے پھر جب اس کے ساتھ امام حاکم اور علامہ البانی کی تصحیح کا حکم بھی مل جائے تو بات مزید پختہ ہو جاتی ہے۔

اب حضرت سیوہارویؒ کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے اس روایت کے

متعلق فیصلہ کن حیثیت سے تحریر فرمائی ہے۔

''ترمذی، ابن کثیر اور امام احمد کی ان تصریحات کے بعد اس روایت کی حیثیت ایک اسرائیلی قصہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی لہٰذا مفسرین کا محض اس روایت کی بناء پر سورہ کہف کی زیر بحث آیات کی یہ تفسیر کرنا کہ سد ذوالقرنین ٹھیک اس وقت ریزہ ریزہ ہوگی جبکہ اشراط ساعت میں سے موعود خروج یاجوج و ماجوج پیش آئے گا، صحیح نہیں ہے''۔ (قصص القرآن سوم ص ۲۱۵)

حضرت سیوہارویؒ ہمارے سر کے تاج اور انتہائی قابل احترام شخصیت ہیں تاہم یہ بات بھی واضح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی محولہ بالا روایت پر حضرت نے ترمذی، ابن کثیر اور امام احمد کے حوالے سے جو اسرائیلی قصہ کا حکم لگایا ہے، یہ محل نظر ہے کیونکہ اتنی بات تو ابھی آپکی بصارت سے گذر چکی کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر اگر کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ اس مخصوص سند پر کیا ہے جس سے انہوں نے روایت کی ہے، باقی دوسری اسناد پر وہ کوئی حکم نہیں لگا سکے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

اسی طرح امام احمد کی اس سلسلے میں کوئی تصریح منقول نہیں ہے باقی حضرت نے امام احمد کی جس تصریح کا ذکر فرمایا ہے وہ ابن کثیرؒ کی عبارت سے ماخوذ ہے اور ابن کثیرؒ کی عبارت اس سلسلے میں یہ ہے۔

''ویؤیدماقلناه من انهم لم یتمکنوا من نقبه ولا نقب شئی منه و من نکارة هذا المرفوع قول الامام احمد''

(ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱)

''اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ یاجوج ماجوج سد ذوالقرنین میں مکمل یا جزوی طور پر نقب نہیں لگا سکے نیز یہ کہ اس مرفوع روایت میں نکارت پائی جاتی ہے اس کی تائید امام احمد کے قول سے بھی ہوتی ہے''

لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے امام احمد کا وہ قول نقل نہیں فرمایا جس سے ان کے اس خیال کو

تقویت پہنچتی ہو بلکہ اس کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت نقل فرمائی ہے جو قبل ازیں آپ پڑھ آئے ہیں اور اس کی سند پر وہ اعتراض کیے ہیں جن کا تذکرہ اور جواب ہم ذکر کر چکے، پھر امام احمدؒ اس حدیث کو اسرائیل قصہ قرار بھی کیسے دے سکتے ہیں جبکہ خود انہوں نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے اور امام حاکم اور علامہ البانیؒ نے اس کی تصحیح بھی کی ہے؟

باقی رہے علامہ ابن کثیرؒ تو ان کے قول سے اس لئے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اس حدیث پر ان کے اعتراض کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کعب احبار کی باہمی مجالس خوب رہا کرتی تھیں اس لئے ممکن ہے کہ کعب احبار نے یہ اسرائیلی قصہ بیان کیا ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آگے یوں ہی بیان کر دیا ہو، بعد کے لوگ اسے حدیث سمجھ بیٹھے ہوں۔

اولاً تو علامہ ابن کثیرؒ کا ''امکان'' پر بنیاد رکھنا ہی نا قابل فہم ہے کیونکہ اگر ''امکان'' کو لیکر بحث کی جائے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں بلکہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی وہ روایات ''جو کعب احبار سے بھی منقول ہوں'' مشکوک ہو جائیں گی۔

ثانیاً اگر اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت کعب سے سن کر بیان کی ہے کیونکہ خود کعب سے بھی اس مضمون کی روایت مروی ہے تو پھر ہمیں کعب کی روایت پر محدثین کا فیصلہ معلوم کرنا چاہئے اور اگر اس سلسلے میں ہمیں علامہ ابن کثیرؒ ہی کا کوئی فیصلہ مل جاتا ہے تو ''نور علی نور'' کا مصداق ہوگا اور معمولی جستجو سے ہمیں امام ابن کثیرؒ کا اپنا فیصلہ مل گیا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''وھذا من احسن سیاقات کعب الاحبار لماشھدله من صحیح الاخبار'' (ابن کثیر ج۳ ص ۲۶۳)

''کعب احبار کے بہترین سیاقات میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کیونکہ صحیح روایات سے بھی اس کے شواہد ملتے ہیں''۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہ فیصلہ سترہویں پارے میں اسی مضمون کی ''ابن جریر اور ابن ابی

حاتم کے حوالے سے'' کعب احبار کی روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے اس لئے اس مسئلہ میں حافظ ابن کثیرؒ کے فیصلے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اس تصفیہ کے بعد اب مؤلف کے ذمے دو چیزیں قابل وضاحت ہیں۔

۱۔ حضرت سیوہارویؒ نے علی سبیل التنزل مذکورہ روایت پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''اور اگر ان کی تفسیر کا یہ حصہ صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی وہ مذکورہ بالا روایت کے تسلیم کر لینے کے بعد قرآن عزیز کی آیت کے تعارض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے اس لئے کہ قرآن عزیز (کہف) میں سد کے متعلق ذوالقرنین کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے ''**فما اسطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقباً**'' اور اس کا مطلب تمام مفسرین نے بالاتفاق یہ بیان کیا ہے کہ یاجوج وماجوج اس سد میں کسی قسم کے ردوبدل پر قادر نہیں ہیں'' (قصص القرآن سوم ص ۲۱۶)

حضرت کا منشا غالباً یہ ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے ''جس کے مطابق یاجوج ماجوج سد سکندری کو کھود کھود کر گرنے کے قریب کر دیتے ہیں'' تو پھر قرآن کریم کی اس آیت سے تعارض پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کے مطابق تو یاجوج ماجوج اس میں سوراخ بھی نہیں کر سکتے؟ سو اس سلسلے میں سب سے واضح ترین بات یہ ہے کہ اس مبحث میں خود حضرت سیوہارویؒ نے بار بار اس بات کو تسلیم فرمایا ہے کہ ان آیات مبارکہ میں ذوالقرنین کا مقولہ نقل کیا گیا ہے درمیان میں صرف ''وترکنا بعضهم'' والی آیت اللہ تعالیٰ کا اپنا مقولہ ہے اور ذوالقرنین نے بھی اپنی تعمیر کردہ دیوار کی مضبوطی پر اظہار اعتماد اور ان لوگوں کو تسلی دینے کے لئے یہ جملہ کہا تھا اس لئے ذوالقرنین کا کہا ہوا یہ جملہ حدیث کے معارض نہیں ہو سکتا۔

بالخصوص جبکہ آیت مبارکہ کا واضح ترین مطلب یہ بن سکتا ہو کہ اب یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ کر اسے پھاند سکیں گے اور نہ ہی کوئی سوراخ کر کے اس دیوار کو توڑ سکیں گے کہ تم تک پہنچ سکیں اس اعتبار سے پہاڑ کے اس طرف رہنے والوں کے لئے تسلی کے یہ کلمات

حدیث کے معارض کیونکر ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ حدیث بھی اس مضمون کو ثابت نہیں کرتی کہ یاجوج ماجوج کے اس دیوار کو کھودنے سے پہاڑ کے دوسری طرف رہنے والوں کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں رہتا اور سب چیزیں اپنی اپنی جگہ منطبق ہو جاتی ہیں۔

۲۔ اس روایت کو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد منطقی طور پر یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ سد سکندری اس وقت تک موجود ہے اب سوال یہ ہے کہ جدید سائنسی آلات اور کمپیوٹر وانٹرنیٹ کی یہ دنیا سیٹلائیٹ کے ذریعے زمین کے ایک ایک کونے کو چھان چکی ہے اسے تو یہ دیوار کہیں نہیں ملی؟ سو اس کا جواب ہم حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی عبارت سے پیش کرتے ہیں، حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

''وبعد، فان العلم بيد الله المتعال، و اما من زعم انه قد احاطه بوجه الارض كلها علما و لم يترك موضعا الاوقدشاهد حاله فذلك جاهل، فانهم قد اقروا بان كثيرا من حصص الارض باقية لم تقطعه بعد اعناق المطايا'' (فیض الباری ج ٤ ص ٢٤)

''حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے، باقی جس شخص کا یہ گمان ہو کہ اس نے اسے مکمل روئے زمین کا علم اپنے ذہن میں محیط کر لیا ہے اور اس نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جس کا مشاہدہ اس نے نہ کیا ہو تو وہ جاہل ہے کیونکہ خود اہل یورپ کو اس بات کا اقرار ہے کہ اب بھی زمین کے بہت سے حصے ایسے باقی ہیں جن تک ہم تاحال کوئی رسائی حاصل نہیں کر سکے''

اس عبارت کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور اس کا مضمون خود واضح ہے۔

(۲)''عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: يفتح الردم۔ ردم ياجوج وماجوج۔ مثل هذه وعقد وهيب تسعين''

(البخاری:۶:۷۱۳۶)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا بڑا سوراخ ہو جائے گا، راوی حدیث نے انگلی بند کر کے دکھائی''

فائدہ:

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے گذر چکی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت:

(۱)عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال: یقول الله تعالی: یاآدم فیقول لبیک و سعدیک، و الخیر فی یدیک، فیقول: اخرج بعث النار قال: ومابعث النار؟ قال من کل الف تسعمائة و تسعة و تسعین، فعنده یشیب الصغیر، و تضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکری و ما هم بسکری و لکن عذاب الله شدید قالوا: یارسول الله! و اینا ذلک الواحد؟ قال: ابشروا فان منکم رجل و من یاجوج و ماجوج الف ثم قال: والذی نفسی بیده انی ارجوان تکونوا ربع اهل الجنة فکبرنا، فقال: ارجوان تکونوا ثلث اهل الجنة فکبرنا، فقال: ارجوان تکونوا نصف اهل الجنة فکبرنا، فقال: ماانتم فی الناس الا کالشعرة السوداء فی جلد ثور ابیض، اوکشعرة بیضاء فی جلد ثور ابسود''

(بخاری:۳۳۴۸،مسلم:۵۳۲،مسند احمد ۱۱۳۰۴)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ

نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے لبیک و سعدیک و الخیر فی یدیک، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''بعث النار'' کو نکال لو، آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ ''بعث النار'' سے کیا مراد ہے؟ اللہ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لئے نکال لو یہ سنتے ہی بچے بوڑھے ہو جائیں گے حاملہ عورتوں کا وضع حمل ہو جائے گا اور لوگ مدہوش دکھائی دیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ ایک نجات پانے والا ہم میں سے کون ہوگا؟ فرمایا خوش ہو جاؤ کہ وہ ایک تم ہی میں سے ہوگا باقی ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے، پھر فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم لوگ تعداد میں اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے یہ سن کر ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے، ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا، حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے تم آدھے اہل جنت ہو گے ہم نے نعرہ تکبیر پھر بلند کیا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ تم تو لوگوں میں ایسے پہچانے جاؤ گے جیسے سفید بیل کے جسم پر سیاہ بال یا سیاہ بیل کی کھال پر سفید بال پہچانے جاتے ہیں''۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم میں سب سے زیادہ تعداد یاجوج ماجوج کی ہوگی اور

ان ہی کے وجود سے جہنم کو بھرا اور بھڑکایا جائے گا، نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یاجوج ماجوج کا انجام سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں، اسی طرح اس حدیث سے یاجوج ماجوج کی کثرت تعداد پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔

(۲) "عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال:
لیحجن البیت و لیعتمرن بعد خروج یاجوج وماجوج"
(بخاری: ۱۵۹۳، مسند احمد: ۱۱۲۳۵)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا خروج یاجوج ماجوج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج وعمرہ کیا جاتا رہے گا"

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خروج یاجوج ماجوج کیوجہ سے حج و عمرہ میں کسی قسم کا تعطل نہیں آئے گا بلکہ جوں ہی یہ فتنہ ختم ہوگا حج وعمرہ حسب سابق پھر سے شروع ہوجائے گا اور خود حضرت عیسی علیہ السلام بھی اس سعادت کو حاصل فرمائیں گے۔

یہاں ایک سوال بار بار ذہن میں آرہا ہے کہ جس وقت یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا کیا اس زمانے میں بھی حج وعمرہ کی ادائیگی ہوتی رہے گی؟ لیکن یہ سوال ہی کہیں نظر سے گذرا اور نہ اس کا جواب البتہ اتنی بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ خروج دجال کے وقت تو حج اور عمرہ حسب سابق جاری رہے گا کیونکہ دجال حرمین شریفین میں داخل نہیں ہوسکے گا اسی لیے دجال کی ذریت کا داخلہ بھی وہاں بند اور ممنوع ہے، عین ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج کے فتنے سے بھی حرمین شریفین کو محفوظ رکھا جائے لیکن یادرہے کہ یہ صرف امکان ہے تاوقتیکہ کسی مضبوط اور قوی دلیل سے اس کی تائید نہ ہوجائے تاہم اس امکان کی تائید حضرت ابوسعید خدریؓ ہی سے مروی ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس کا مضمون اگلی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) "عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال:

یفتح یاجوج و ماجوج فیخرجون کما قال اللہ تعالیٰ وھم من کل حدب ینسلون، فیعمون الارض، و ینحازمنھم المسلون، حتی تصیر بقیۃ المسلمین فی مدائنھم و حصونھم، و یضمون الیھم مواشیھم، حتی انھم لیمرون بالنھر فیشربو نہ حتی مایذرون فیہ شیئا فیمر آخرھم علی اثرھم فیقول قائلھم: لقد کان بھذا المکان مرۃ ماء، و یظھرون علی الارض فیقول قائلھم: ھولاء اھل الارض قد فرغنا منھم، و لننا زلن اھل السماء حتی ان احدھم لیھز حربتہ الی السماء فترجع مخضبۃ بالدم، فیقولون: قد قتلنا اھل السماء فبینما ھم کذلک اذبعث اللہ دواب کنغف الجراد، فتاخذاعناقھم فیموتون موت الجراد، یرکب بعضھم بعضا فیصبح المسلمون لا یسمعون لھم حسا، فیقولون: من رجل یشری نفسہ و ینظرما فعلوا؟ فینزل منھم رجل قد وطن نفسہ علی ان یقتلوہ، فیجدھم موتی، فینادیھم: الاابشروا، فقد ھلک عدوکم، فیخرج الناس و یخلون سبیل مواشیھم فما یکون لھم رعی الا لحومھم، فتشکر علیھا کاحسن ماشکرت من نبات اصابتہ قط"

(ابن ماجہ:۴۰۷۹)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب یاجوج ماجوج کو کھولا جائے گا اور وہ حسب ارشاد خداوندی ہر بلند مقام سے پھسلتے ہوئے نکلیں گے تو دیکھتے ہی

دیکھتے زمین پر پھیل جائیں گے اور مسلمان ان سے ڈر کر بھاگ جائیں گے حتی کہ باقی ماندہ مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں بند ہو جائیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی اپنے ساتھ ہی قلعوں میں داخل کرلیں گے۔

ایک نہر پران کا گذر ہوگا تو وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑیں گے، ان کا آخری حصہ جب وہاں سے گذرے گا تو ان میں سے ایک آدمی کہے گا کہ کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا۔

بہرحال! وہ زمین والوں پر غالب آجائیں گے، پھر ان میں سے ایک آدمی کہے گا کہ ان اہل زمین سے تو ہم فارغ ہو گئے اب آسمان والوں کو نیچے اتارتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک اپنا نیزہ آسمان کی طرف گھما کر پھینکے گا جسے خون سے رنگ کر لوٹا دیا جائے گا، وہ لوگ اسے دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا، ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے کیڑے ان پر مسلط فرما دیں گے جو ٹڈی دل کو لگ جاتے ہیں، وہ کیڑے ان کی گردن قابو میں کرلیں گے اور وہاں گلٹیاں نکل آئیں گی اور وہ ٹڈی دل کی طرح اس سے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے اور کثرت سے صورت حال یہ ہوگی کہ ایک، دوسرے کے اوپر سوار ہوگا۔

جب اگلے دن صبح ہوگی اور مسلمان انکی کوئی آہٹ نہ سنیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ کون اپنی جان کی بازی لگا کر یہ دیکھ کر آئے گا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ یہ سن کر ان میں سے ایک آدمی ’’جو اس بات کا یقین کر چکا ہوگا کہ یاجوج ماجوج اسے پکڑ کر قتل کر

دیں گے'' نیچے اترے گا تو وہ ان سب کو مردہ حالت میں پائے گا۔
وہ خوشی سے آواز لگائے گا کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہارا دشمن اپنے انجام کو پہنچ چکا، یہ سن کر لوگ نیچے اتر آئیں گے اور اپنے جانور چرنے کے لئے چھوڑ دیں گے جن کے چرنے کے لئے یاجوج ماجوج کا گوشت ہی ہوگا جسے کھا کر وہ خوب صحت مند ہو جائیں گے''

فائدہ:

اس حدیث کا مفہوم تو واضح ہے البتہ چند نکات قابل ذکر ہیں۔

(۱) اس حدیث میں یاجوج ماجوج کا جس نہر پر گذرنا اور اس کا پانی پی جانا مذکور ہے بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بحیرہ طبریہ ہوگا جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

(۲) حدیث کے اس جملہ ''حتی کہ باقی ماندہ مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں بند ہو جائیں گے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین شریفین کے مکین بھی اپنے آپ کو شہروں اور قلعوں میں محفوظ کرلیں گے ظاہر ہے کہ انسان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ عبادت رب کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اس لئے اس امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت بھی کم از مقامی لوگ ہی حج وعمرہ کی ادائیگی کریں گے۔

۳۔ یاجوج ماجوج کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ کی روایت:

''عن حذیفة بن اسید الغفاری قال: اطلع النبی ﷺ علینا و نحن نتذاکر، فقال: ماتذکرون؟ قالوا: نذکر الساعة، قال: انھا لن تقوم حتی ترون قبلھا عشر آیات، فذکر الدخان، والدجال، والدابة، و طلوع الشمس من مغربھا و نزول عیسی ابن مریم، ویاجوج وما جوج، وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب،

و خسف بجزیرۃ العرب و آخر ذلک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم"

(مسلم: ۷۲۸۵، ابوداؤد: ۴۳۱۱، ترمذی: ۲۱۸۳، ابن ماجہ، ۴۰۵۵، مسند احمد: ۱۶۲۴۰)

"حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کررہے تھے، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات چیت ہورہی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں، فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک دس سے پہلے دس بڑی بڑی نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی۔

۱۔ دھواں۔ ۲۔ دجال۔ ۳۔ دابۃ الارض۔ ۴۔ سورج کا مغرب سے طلوع۔ ۵۔ نزول عیسیٰ۔ ۶۔ یاجوج ماجوج اور تین مرتبہ زمین میں دھنسنے کا واقعہ۔ ۷۔ مشرق میں خسف کا واقعہ ۸۔ مغرب میں دھسنے کا واقعہ۔ ۹۔ جزیرہ عرب میں دھنسنے کا واقعہ۔ ۱۰۔ اور سب سے آخری علامت وہ آگ ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر (شام) میں جمع کردے گی"

فائدہ:

یہ روایت مسلم شریف میں نقل کی گئی ہے دوسری کتب حدیث "جن کا حوالہ دیا گیا ہے" میں مضمون تو یہی ہے لیکن الفاظ کی تقدیم وتاخیر بھی ہے۔

اس حدیث میں قیامت کی دس بڑی اور اہم علامات بیان فرمائی گئی ہیں جن میں خروج یاجوج ماجوج بھی شامل ہے۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت:

(۱) "عن النواس بن سمعان قال............ فبینما

هو كذلك اذاوحى الله الى عيسى عليه السلام، انى قداخرجت عبادالى لايدان لاحدبقتالهم، فحرز عبادى الى الطور، ويبعث الله ياجوج و ماجوج، وهم من كل حدب ينسلون، فيمراوائلهم على بحيرة طبرية، فيشربون مافيها و يمرآخرهم فيقولون: لقد كان بهذه مرة ماء و يحصر نبى الله عيسى و اصحابه حتى يكون راس الثور لاحدهم خيرا من مائة دينار ولاحد كم اليوم فيرغب نبى الله عيسى و اصحابه، فيرسل الله عليهم النغف فى رقابهم، فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة، ثم يهبط نبى الله عيسى عليه السلام و اصحابه الى الارض فلا يجدون فى الارض موضع شبرالاملأه زهمهم و نتنهم فيرغب نبى الله عيسى و اصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كا عناق البخت، فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كا لذلفة، ثم يقال للارض: انبتى ثمرتك، وردى بركتك، فيومئذ تاكل العصابة من الرمانة، و يستظلون بقحفها، ويبارك فى الرسل، حتى ان اللقحة من الابل لتكفى الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفى القبيلة من الناس و اللقحة من الغنم لتكفى الفخذمن الناس فبينما هم كذلك اذبعث الله ريحا طيبة فتاخذهم تحت آباطهم فقبض روح كل مومن و كل مسلم و يبقى شرار الناس، يتهارجون فيها تهارج الحمر، فعليهم تقومُ الساعة“

(مسلم:۷۳۷۳،ترمذی:۲۲۴۰،ابن ماجہ:۴۰۷۵،مسند احمد:۱۷۷۷۹)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں جو خروج وقتل دجال سے متعلق ہے، نبی ﷺ کے حوالے سے) مروی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوگا، میں اپنے ایسے بندوں کو نکالنے والا ہوں جن سے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں اس لئے آپ مسلمانوں کو جمع کر کے کوہ طور پر لے جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیج دیں گے جو ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے۔

یاجوج ماجوج کا پہلا گروہ جب بحیرہ طبریہ کے پاس سے گذرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور آخری گروہ وہاں سے گذرتے ہوئے کہے گا کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا، الغرض! یاجوج ماجوج کی اس کثرت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہ طور پر محصور ہو کر رہ جائیں گے، کھانے پینے کا سامان اتنا کم ہو جائے گا کہ آج کے سو دینار کے مقابلے میں اس دن بیل کی سری بہتر سمجھی جائے گی۔

اس پر حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے رفقاء دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں گلٹیاں پیدا کر دیں گے اور سب کے سب اس سے ایسے ہو جائیں گے کہ گویا انکی اتنی تعداد ہی نہ تھی بلکہ یہ کوئی ایک آدمی تھا جو اتنی آسانی سے مر گیا، اس کے بعد اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ زمین پر اتر آئیں گے لیکن زمین میں ایک بالشت کے برابر بھی ایسی جگہ نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں کے تعفن اور بدبو سے خالی ہو۔

اس پر حضرت عیسی علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ دوبارہ دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرندوں کو بھیجیں

گے جوانہیں اٹھا کر وہاں پھینک آئیں گے جہاں اللہ کو منظور ہوگا، اس
کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائیں گے جس سے کوئی کچا پکا گھر محروم
نہ رہے گا اور ساری زمین دھل کر شیشے کی طرح صاف ہو جائے گی۔

پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ تو اپنے ثمرات اگا اور اپنی برکات
کو واپس لوٹا، چنانچہ اس زمانے میں ایک انار ایک پوری جماعت کھا
سکے گی اور اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے اسی طرح
دودھ میں بڑی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک اونٹنی کا دودھ بہت بڑی
جماعت کے لئے، ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کے لئے اور ایک
بکری کا دودھ پورے خاندان کے لئے کافی ہوا کرے گا۔

ابھی حالات ایسے ہی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا
چلائیں گے جس سے تحت الابط (بغل کے نیچے) کوئی بیماری ظاہر
ہوگی اور ہر مسلمان کی روح قبض کرلی جائے گی اور صرف اشرار رہ
جائیں گے جو گدھوں کی طرح برسر عام بدکاری کریں گے ایسے ہی
لوگوں پر قیامت قائم ہوگی"۔

فائدہ:

اس حدیث سے متعلق چند باتیں قابل وضاحت ہیں۔

۱۔ اس حدیث کے راوی حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ پر بہت سے لوگوں نے مختلف نوعیتوں کے اعتراضات وارد کئے ہیں ان کی تفصیل و جواب کے لئے مولف کی کتاب ''فتنہ دجال قرآن وحدیث کی روشنی میں'' ملاحظہ فرمایئے۔

۲۔ مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد کی یہ طویل ترین روایت کا ایک حصہ ہے اس سے قبل حضور ﷺ نے خروج دجال، فتنہ دجال، قتل دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

۳۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی متعلقہ روایتوں میں یہ اضافہ بھی ہے ''جو مسلم میں نہیں'' کہ

یاجوج ماجوج اپنے خروج کے بعد روئے زمین پر غالب آ جائیں گے اور حماقت سے آسمان پر تیر برسائیں گے۔

۴۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یاجوج ماجوج سے مقابلہ انسان کے بس سے باہر ہے، حدیث کی اس وضاحت کو جب قرآن کریم سے ملا کر دیکھا جاتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ آخر سد سکندری کی تعمیر سے قبل یاجوج ماجوج کی قتل و غارت گری سے ان کے ہمسائے اتنے تنگ کیوں تھے؟ ظاہر ہے کہ جب ان سے مقابلہ کرنا انکی طاقت سے خارج تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت بھی فرماتے ہیں اس لئے بادی النظر میں ذوالقرنین کے ذریعے یہ خدمت لے لی۔

(۲) ”عن النواس بن سمعان يقول: قال رسول الله ﷺ سيوقد المسلمون من قسي ياجوج و ماجوج و نشابهم واترستهم سبع سنين“ (ابن ماجہ:٤٠٧٦)

”حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب مسلمان یاجوج ماجوج کے تیر کمان اور ڈھال سات سال تک جلائیں گے“۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت:

(۱) ”عن عبدالله بن مسعود قال: لما كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ لقى ابراهيم وموسى و عيسى، فتذاكروا الساعة فبدأوا بابراهيم فسالوه عنها فلم يكن عنده منها علم، ثم سالوا موسى فلم يكن عنده منها علم، فرد الحديث الى عيسى ابن مريم فقال: قد عهدالى فيما دون وجبتها، فاما وجبتها فلا يعلمها الا الله، فذكر خروج الدجال قال: فانزل فاقتله فيرجع الناس الى باددهم، فيستقبلهم ياجوج وماجوج وهم من

کل حدب ینسلون، فلایمرون بماء الاشربوہ ولا بشی الاافسدوہ فیجارون الی اللہ فادعو اللہ ان یمیتھم، فتنتن الارض من ریحھم فیجا رون الی اللہ فادعو اللہ فیرسل السماء بالماء، فیحملھم فیلقیھم فی البحر ثم تنسف الجبال و تمدالارض مدالا د یم فعھدالی متی کان ذلک کانت الساعۃ من الناس کا لحامل التی لایدری اھلھا متی تفجؤھا بولادھا"

(ابن ماجہ:۴۰۸۱،مسند احمد،۳۵۵۶)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج حضور ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی، باتوں باتوں میں قیامت کا تذکرہ چھڑ گیا، چنانچہ سب نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ان سے قیامت کے وقت کے بارے پوچھا لیکن ان سے اس کا جواب نہ مل سکا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رجوع کیا تو وہ فرمانے لگے۔

اللہ نے مجھ سے ایک عہد فرما رکھا ہے لیکن وہ اس کے حتمی وقت سے متعلق نہیں کیونکہ قیامت کا حتمی علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کا تذکرہ فرمایا کہ میں اتر کر اسے قتل کروں گا اور لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس جا رہے ہوں گے کہ سامنے سے یاجوج ماجوج آتے ہوئے دکھائی دیں گے جو ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے۔

پانی کی جس جگہ سے ان کا گذر ہوگا اسے پی کر ختم کر دیں گے اور جس چیز پر بھی گذریں گے اسے برباد کر دیں گے، لوگ اللہ سے

التجائیں کریں گے اور میں بھی اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ ان سے ہمارا پیچھا چھڑا دے (چنانچہ وہ سب مر جائیں گے) اور ان کے گوشت کی بدبو سے زمین متعفن ہو جائے گی، لوگ پھر اللہ سے دعا کریں گے اور میں بھی دعا کروں گا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائیں گے اور ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے، پہاڑ دھن دیئے جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیلا دی جائے گی۔

میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ جب یہ واقعہ ہو جائے تو لوگوں پر قیامت آنے کی مثال اس حاملہ کی سی ہوگی جس کے گھر والوں کو کچھ معلوم نہیں کہ کب اچانک اس کے یہاں ولادت ہو جائے گی''؟

فائدہ:

شب معراج جسے ''شب راز و نیاز'' بھی کہا جا سکتا ہے، اس واقعے کا تذکرہ اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خروج یاجوج ماجوج اور ان کی ہلاکت کے بعد قیامت کا وقت بہت قریب آ جائے گا، باقی رہی یہ بات کہ اس سوال کا جواب حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام نے کیوں نہ دیا؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی قیامت کا حتمی اور یقینی وقت نہیں بتایا بلکہ اس کے قریب کا وقت بتایا ہے، پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ چونکہ قرب قیامت ''نزول عیسیٰ'' علم الٰہی میں طے شدہ ہے اور اس اعتبار سے فتنہ دجال و یاجوج ماجوج کے وقت وہی موجود ہوں گے نہ کہ حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام اس لئے اس سوال کا جواب بھی ان ہی سے ملا۔

(۲) ''عن عبداللہ بن مسعود انہ ذکر خروج الدجال و نزول عیسی ابن مریم و قتلہ الدجال، قال: ثم یخرج

یاجوج و ماجوج فیموجون فی الارض فیفسدوا فیھا
قال: ثم قرا عبداللہ وھم من کل حدب ینسلون قال:
فیبعث اللہ علیھم دابۃ مثل ھذا النغف فتلج فی
اسماعھم و مناخرھم، فیموتون منھا، فتنتن الارض
منھم فتجار الی اللہ فیطھر اللہ الارض منھم"

(الفتن:۳۵۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ خروج دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور قتل دجال کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ پھر یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا اور وہ زمین میں سمندر کی موجوں کی طرح پھیل کر فساد بپا کردیں گے اس کے بعد انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''وھم من کل حدب ینسلون'' اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا مسلط فرمادیں گے جو ان کے کانوں اور ناک کے نتھنوں میں گھس جائے گا اور وہ سب مرجائیں گے، ان کی بدبو سے زمین میں تعفن پیدا ہوجائے گا، اسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کی لاشوں سے زمین کو پاک صاف کردیں گے۔

فائدہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے یہ اصول اور ضابطہ ہے کہ اگر وہ کوئی ایسی بات بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ذکر نہ کریں جو انسان اپنی عقل کی مدد سے معلوم کرنا چاہے اور وہ معلوم نہ ہوسکے تو سمجھا جائے گا کہ یہ صحابی کی اپنی بات نہیں بلکہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور نقل کردیا ہے اس اعتبار سے اگرچہ اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی مذکور نہیں لیکن اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان سمجھا جائے گا۔

(۳)''عن ابن مسعود مرفوعاً: ان یاجوج و ماجوج اقل مایترک احدھم من صلبه الفامن الذرية''

(روح المعانی ج۹ص۵۲بحوالہ صحیح ابن حبان)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے ہر آدمی اپنے پیچھے اپنی اولاد میں کم از کم ایک ہزار افراد چھوڑ کر جاتا ہے''۔

فائدہ:

علامہ آلوسیؒ نے یہ روایت صحیح ابن حبان کے حوالے سے اپنی تفسیر میں نقل فرمائی ہے اور اس سے ان کا مقصد یاجوج ماجوج کی کثرت تعداد کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کی فی الجملہ تائید قرآن کریم اور دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت:

''عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: امتی امة مرحومة لاعذاب عليها فی الآخرة، عذا بهافی الدنيا الزلازل و البلاء فاذا كان يوم القيمة اعطى الله كل رجل من امتی رجلامن الكفار من ياجوج و ماجوج، فيقال: هذا فداؤک من النار، فقال رجل : يارسول الله! فاين القصاص؟ فسكت''

(الفتن ص۳۵۳وصححہ الالبانی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت، امت مرحومہ ہے، اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہ ہوگا، اس کا عذاب دنیا میں زلزلوں اور مصائب کی صورت میں ہو جاتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری

امت کے ہر آدمی کو یاجوج ماجوج میں سے ایک ایک کافر دیکر
فرمائیں گے کہ یہ تیرا جہنم سے بچاؤ کا فدیہ ہے، ایک آدمی نے عرض
کیا یارسول اللہ! پھر قصاص کہاں جائے گا؟ لیکن حضور ﷺ نے اس
کا کوئی جواب دینے کی بجائے سکوت اختیار فرمایا''۔

فائدہ:

امت مسلمہ ''جسے امت محمدیہ علی صاحبھا الوف صلوات وتحیات ہونے کا شرف حاصل ہے'' کے لئے یہ کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی خاطر ان کی امت سے آخرت کے عذاب کو ٹال دیا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب ہم بالکل آزاد ہیں، ہمیں عبادات، اخلاقیات، معاشرات وعقائد کے سلسلے میں کھلی چھٹی ہے بلکہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تو اور زیادہ اللہ کی مان کر اپنی زندگی کو گذارنا چاہئے تاکہ اس کے انعامات میں مزید اضافہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت:

''عن وهب قال: سمعت عبدالله بن عمرو بن العاص يذكر
ياجوج ماجوج فقال: مايموت الرجل منهم حتى يولد من
صلبه الف، و ان من ورائهم لثلاث امم مايعلم عددهم
الا الله: منسك، و تاويل، وتاريس'' (الفتن ص ۳۵۲)

''وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
کو یاجوج ماجوج کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ان
میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اس کی صلب
سے ہزار افراد پیدا نہ ہوجائیں اور ان کے علاوہ بھی انکی تین قومیں
ہیں جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ان کے نام منسک،
تاویل اور تاریس ہیں''

فائدہ:

بظاہر یہ روایت اسرائیلیات میں سے معلوم ہوتی ہے اور اگر اس کے لئے مولف کے پاس صرف الفتن کا حوالہ ہوتا تو وہ شاید اس روایت کو اوراق کتاب میں محفوظ کرنے پر کبھی راضی نہ ہوتا لیکن اسے اپنی رائے اس وقت بدلنی پڑی جب اس کے مزید شواہد وحوالہ جات بھی مل گئے، چنانچہ اس روایت کو حاکم نے مستدرک ۵٤٥/۴، طبرانی نے معجم اوسط ۲٦۷/۸ ابن حبان نے اپنی صحیح ۲٤۱/۱۵ اور ہیثمی نے موارد الظمان ٤۷۰/۱ میں بھی روایت کیا ہے جس سے اس کا مضمون قابل اعتماد ہو جاتا ہے۔

حضرت اسلمؓ کی روایت:

”عن زید بن اسلم عن ابیه قال: ان رسول الله ﷺ قال: ان یاجوج و ماجوج حین یخرجون، یخرج اولهم بالبحیرة، بحیرة طبریة فیشربونها، ثم یأتی آخرهم علیها فیقولون: کانه کان ههنامرة ماء، فاذاغلبوا علی الارض قالوا: قدغلبنا علی الارض تعالوا نقاتل اهل السماء فقالوا: یارسول الله! فاین یکون المسلمون؟ قال: یتحصنون فیرسل الله سحابایقال لها: العنان و کذلک اسمه عند الله فیرمونه بنبالهم، فتسقط نبالهم مختضبة دما فیقولون: قد قتلنا الله، و الله قاتلهم، فیمکثوا ماشاء الله فیوحی الله تعالیٰ الی السحاب فتمطر علیهم دودا کالنغف نغف الابل، تخرج منها فتاخذ کل واحدة فی عنق واحد منهم فتقتله فبیناهم علی ذلک اذقال رجل من المسلمین: افتحوالی الباب اخرج انظرمافعلوا اعداء الله، لعل الله یکون قداهلکهم، فیخرج فاذا جاء

هم وجدهم قياماموتی بعضهم علی بعض، فيحمد الله وينادی الی اصحابه: ان الله قد اهلكهم، فيبعث الله مطرا فيغسل الارض منهم، قال: فيستو قدالمسلمون بقسيهم و نبلهم كذاكذاسنة، و تاكل مواشی المسلمين من جيفهم فتسمن عليهم و تكبر"
(الفتن ص ۳۴۷، ۳۴۸)

"زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو ان کا پہلا حصہ بحیرہ طبریہ پر گذرے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا، اس کے بعد ان کا آخری حصہ وہاں سے گذرے گا تو وہ لوگ کہیں گے کہ لگتا ہے کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا، بہرحال! جب وہ زمین پر غالب آجائیں گے تو کہیں گے کہ زمین پر تو ہم غالب آچکے، اب آؤ! آسمان والوں سے لڑتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس وقت مسلمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا وہ قلعوں میں بند ہوں گے۔

الغرض! اس وقت اللہ تعالیٰ "عنان" نامی ایک بادل کو بھیجیں گے، یاجوج ماجوج اس پر تیر برسائیں گے جو خون آلودہ ہوکر ان کی طرف واپس لوٹ آئیں گے، یہ دیکھ کر وہ کہیں گے کہ (العیاذ باللہ) ہم نے اللہ کو ختم کردیا حالانکہ اللہ انہیں قتل کرنے والا ہوگا۔

یہ لوگ اسی حال پر مشیت الٰہی کے مطابق رہتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ بادل کو حکم دیں گے جس سے ان پر کیڑوں کی بارش ہوگی، وہ کیڑے ان میں سے ہر ایک کی گردن سے چپک جائیں گے اور ۔ اجوج کو ختم کرکے ہی دم لیں گے۔

یہاں ان کے ساتھ یہ ہو رہا ہوگا اور ادھر ایک مسلمان کہے گا کہ دروازہ کھولو، میں دیکھ کر آتا ہوں کہ ان دشمنان خدا کا کیا بنا؟ شاید اللہ نے انہیں تباہ کردیا ہو چنانچہ جب وہ نکلے گا تو وہ سب اسے مرے ہوئے ملیں گے، کچھ کھڑے کھڑے ہی مر گئے ہوں گے اور کچھ ایک دوسرے پر پڑے ہوں گے، وہ مسلمان یہ دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اپنے رفقاء کو آواز دے گا کہ اللہ نے انہیں تباہ کردیا۔

پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائیں گے جس سے زمین دھل جائے گی اور مسلمان ان کے تیر و کمان اتنے اتنے سال تک جلاتے رہیں گے اور ان کے جانور یاجوج ماجوج کی لاشیں نوچتے پھریں گے جس سے وہ بھی خوب صحت مند اور موٹے تازہ ہو جائیں گے''

حضرت قتادہؓ کی روایت:

''عن قتادة قال: قال رجل: يارسول الله! قدرايت ردم ياجوج وماجوج و ان الناس يكذبوني، قال النبي ﷺ: كيف رايته؟ قال: رأيته كالبرد المحبر، قال: صدقت والذي نفسي بيده لقد رايته ردمة، لبنة من ذهب و لبنة من رصاص'' (الفتن ص ۳٤۸)

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے یاجوج ماجوج کی دیوار دیکھی ہے لیکن لوگ میری تکذیب کر رہے ہیں، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے اس دیوار میں کیا چیز دیکھی؟ عرض کیا جیسے دھاری دار چادر ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح ہے، فرمایا تو سچ کہتا ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تو نے اسے یقیناً دیکھا ہے، محسوس ایسا ہوتا ہے جیسے اس کی اینٹ سونے کی ہو اور دوسری سیسے کی''

فائدہ:

بخاری شریف کی کتاب احادیث الانبیاء میں بھی یہی روایت تعلیقاً مروی ہے اس لئے فی الجملہ اس سے اس کی تائید ہو جاتی ہے لہٰذا اس پر اعتماد کیا جا سکے گا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دور سے وہ دیوار سونے کی طرح چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

ایک اور صحابی کی روایت:

"عن ابن جریج قال: ذکر لنا ان النبی ﷺ قال: لو نتجت فرس عند خروجھم ما رکب فلوھا حتی تقوم الساعۃ"

(روح المعانی ج۹ ص۱۱۰)

''ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم سے یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت کسی گھوڑی کے یہاں بچہ ہوا ہو تو ابھی اس کے بچے پر سوار ہونے کی نوبت نہ آئے گی کہ قیامت قائم ہو جائے گی''

فائدہ:

علامہ آلوسیؒ نے اس روایت کو ابن منذر کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے جس میں راوی حدیث صحابی کی تعیین نہیں کی گئی لیکن مضمون حدیث کی تائید دیگر احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے اس لئے درایۃ اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

خلاصہ احادیث:

فتنہ یاجوج ماجوج سے متعلق آپ نے گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سترہ روایات ملاحظہ فرمائیں، جن میں بہت سی باتیں مشترک بھی ہیں اور بہت سی باتیں نئی بھی ہیں، آخر میں ان تمام احادیث مبارکہ کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ اسے ذہن میں محفوظ کرنا اور رکھنا آسان ہو جائے۔

۱۔ یاجوج ماجوج کا تعلق نسل انسانی ہی سے ہے اور ان کا سلسلہ نسب یافث بن نوح

کے واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے اس سلسلے میں بعض حضرات نے اگرچہ یہ قول اختیار کیا ہے کہ یاجوج ماجوج نسل آدم ہی میں سے ہیں، لیکن ان کا سلسلہ نسب صرف حضرت آدم علیہ السلام سے جڑتا ہے، یہ حضرت حواء کی اولاد نہیں اور وہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے، خواب میں احتلام ہو گیا اور آب حیات کے قطرے پکی مٹی میں مل گئے وہیں سے یاجوج ماجوج کا خمیر اٹھا لیکن یہ انتہائی بیہودہ بات ہے جس کا محققین کی نظر میں کوئی مقام نہیں کیونکہ یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ''احتلام'' سے محفوظ ہوتے ہیں۔

۲۔ یاجوج ماجوج کی تعداد اور انسانوں کی مقدار میں ایک اور دس کی نسبت سے فرق پایا جاتا ہے۔

۳۔ یاجوج ماجوج کا خروج موعود قیامت کے بالکل قریب ہوگا۔

۴۔ اس وقت کوئی بھی یاجوج ماجوج کا مقابلہ نہ کر سکے گا حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بھی بامر الٰہی کوہ طور پر پناہ گزین ہو جائیں گے اور باقی سارے لوگ قلعوں میں بند ہو جائیں گے۔

۵۔ خروج یاجوج ماجوج کے بعد ضروریات زندگی کا حصول اور تکمیل انتہائی مشکل ہو جائے گی۔

۶۔ یاجوج ماجوج کا پہلا دستہ ہی بحیرہ طبریہ کا سارا پانی پی جائے گا۔

۷۔ یاجوج ماجوج کے خوف سے جب زمین والے مکمل طور پر روپوش ہو جائیں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ اب روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہا اور ہم سب پر غالب آ چکے۔

۸۔ یاجوج ماجوج آسمان والوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے نیزے اور تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے جو خون آلود کر کے واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور وہ یہ سمجھیں گے کہ ہم آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے۔

۹۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت یاجوج ماجوج یہ بھی کہیں گے کہ ہم اللہ کو بھی (العیاذ باللہ) ختم کر چکے۔

۱۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں گلٹیاں پیدا فرمادیں گے اور اس کی وجہ وہ کیڑا ہوگا جو ان پر مسلط کردیا جائے گا اور اس طرح وہ سب کے سب یک بیک تباہ ہوجائیں گے۔

۱۱۔ یاجوج ماجوج کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

۱۲۔ انکی لاشوں سے زمین پٹ جائے گی اور تعفن اتنا زیادہ ہوگا کہ دو گھڑی گذارنا دوبھر ہوجائے گا۔

۱۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعاء پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے پرندوں کو بھیج کر ان کی لاشیں اٹھا کر ایک دریا میں پھینک دیں گے۔

۱۴۔ موسلا دھار بارش برسا کر زمین کو دھو کر صاف کردیا جائے گا۔

۱۵۔ یاجوج ماجوج کے بعد حج وعمرہ کی ادائیگی جاری رہے گی۔

۱۶۔ خروج یاجوج ماجوج کے وقت ایک آدمی اپنی جان کی بازی لگا کر پہاڑ سے نیچے اترے گا اور ان سب کو مردہ پاکر بہت خوش ہوگا، اللہ کا شکر ادا کرکے اپنے رفقاء کو بھی یہ خوشخبری سنائے گا۔

۱۷۔ یاجوج ماجوج کا گوشت نوچ نوچ کر جانور بھی خوب فربہ اور صحت مند ہوجائیں گے۔

۱۸۔ یاجوج ماجوج کے اپنے انجام تک پہنچنے کے بعد خوب برکات کا دور دورہ ہوگا۔

۱۹۔ یاجوج ماجوج کے تیر کمان اور ان کی ڈھالیں مسلمان سات سال تک ایندھن کے طور پر استعمال کرتے رہیں گے۔

۲۰۔ خروج یاجوج ماجوج کے بعد قیامت کا وقت بہت قریب آجائے گا۔

۲۱۔ یاجوج ماجوج امت مسلمہ کے فدیئے کے طور پر جہنم کا حصہ بنیں گے۔

۲۲۔ خروج یاجوج ماجوج کے کچھ عرصہ بعد ایک خوشگوار ہوا کے ذریعے ہر مسلمان کی روح قبض کرلی جائے گی اور بدکار لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر فتنہ، آزمائش اور مصیبت سے محفوظ فرمائے، ایمان پر خاتمہ اور جنت میں بلاحساب داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین

کتابیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف
۱	قرآن کریم	
۲	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیرؒ
۳	روح المعانی	علامہ آلوسیؒ
۴	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۵	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانویؒ
۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیعؒ
۷	بخاری	امام بخاریؒ
۸	مسلم	امام مسلمؒ
۹	ترمذی	امام ترمذیؒ
۱۰	ابوداوَد	امام ابوداوَدؒ
۱۱	ابن ماجہ	امام ابن ماجہؒ
۱۲	مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
۱۳	فیض الباری	علامہ انور شاہ کاشمیریؒ
۱۴	تکملہ فتح الملہم	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ
۱۵	عقیدۃ الاسلام	علامہ انور شاہ کاشمیریؒ
۱۶	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
۱۷	دجالی فتنہ اور اس کے نمایاں خط وخال	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
۱۸	اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۱۹	التذکرہ	علامہ قرطبیؒ
۲۰	الفتن	شیخ نعیم بن حماد
۲۱	علامات قیامت اور نزول مسیح	مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہٗ
۲۲	بائبل	کتاب مقدس

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے دلچسپ واقعات

فقہی مسالک اربعہ کے ائمہ کے حالات و سوانح سے منتخب کردہ واقعات، تقلید کی
کی شرعی حیثیت اور فقہ کی تدوین و ترویج جیسے مضامین پر مشتمل ایک دلچسپ کتاب

مؤلف
محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳۷

اسلام کا مُعاشرتی نظام

ایک ایسی کتاب جس کے مطالعہ سے رسُومات فاسدہ
اور غیر اسلامی تہذیب کے خاتمہ میں مدد ملے گی
جس نے ہماری مُعاشرتی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

مصنّف
حکیم محمُود احمد ظفر

بیتُ العُلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پُرانی انار کلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳

معاشرے کی روحانی مہلک بیماریاں اور اُن کا علاج

جناب حکیم محمود احمد ظفر

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]
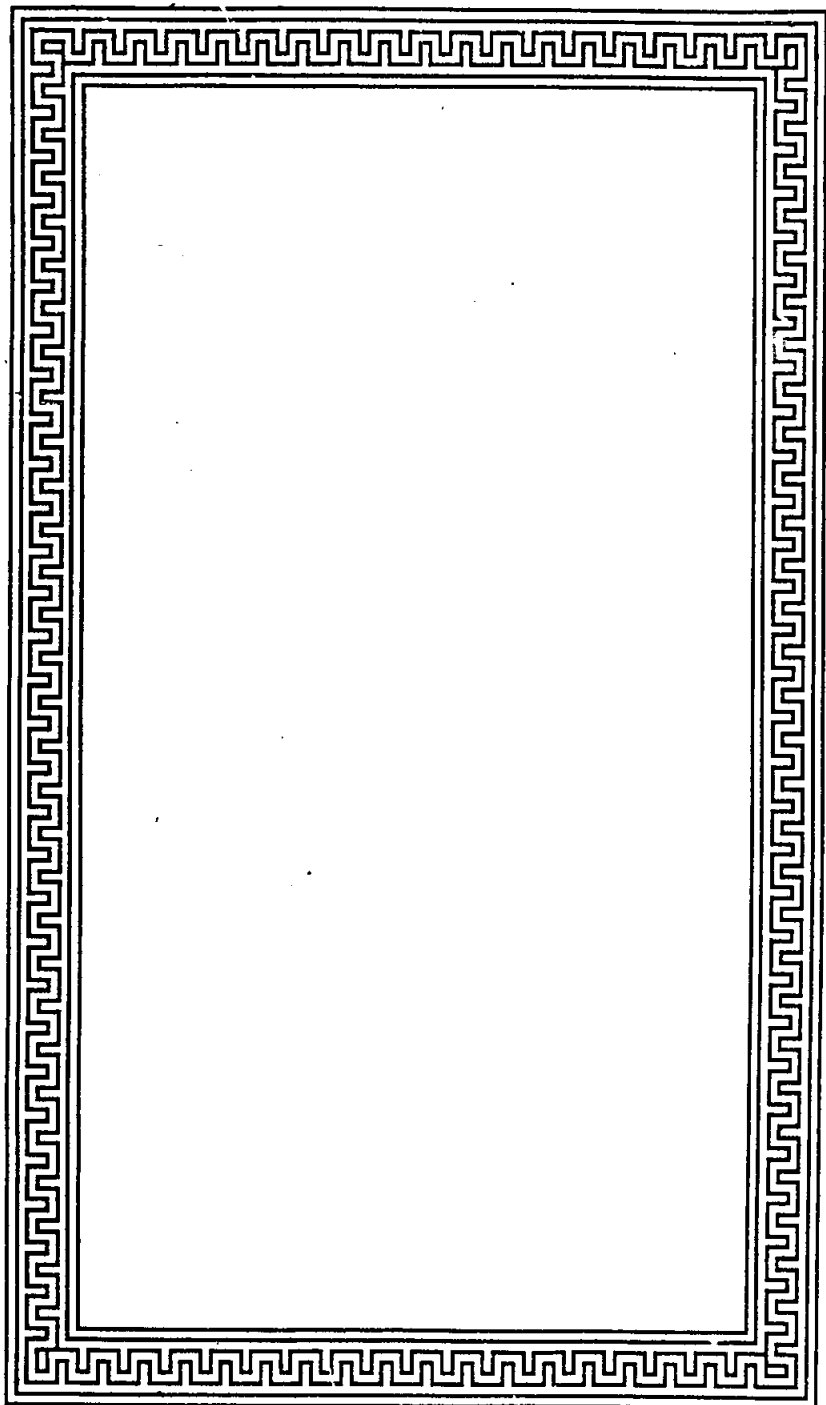
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پسند کیا ناپسند

مؤلف

مولانا آصف نسیم صاحب

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون، ۷۳۵۲۴۸۳

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۲ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاول پور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد